جگرواس میں میرے بھیجے ہوئے لوگ پہنچ چکے تھے اوران کا میرے ساتھ مکمل رابطہ تھا۔وہ سارے کے سارے پولیس یونیفارم میں تھے۔وہاں کی مقامی پولیس کو جو احکامات ملے تھے،ان کے بارے میں راجھستان کی پولیس کو علم ہی نہیں تھا۔وہ سب غیر پولیس والوں کی طرف سے اصل نمبروں سے احکامات جاری کیے گئے تھے۔انہوں نے یہ تصدیق کر لی ہوئی تھی کہ جگرواس چوکی اوراس کے قریبی شہر اندور کی پولیس رامیش پانڈے کے لوگوں کی بے دام غلام تھی۔

میرے لوگ سیدھے اس دھرم شالہ کے مہا پجاری کے پاس پہنچے۔انہوں نے وہاں پہنچ کر یہی بتایا کہ وہ لوگ رامیش پانڈے کی حفاظت کے لئے بھجوائے گئے ہیں۔اس پر دھرم شالہ کے مہا پجاری نے یہ سوال کیا

''رامیش پانڈے کی حفاظت کے لئے یہاں کیوں آ پہنچے ہو؟ وہ تو ممبئی میں بھائی اس وقت''

جس پر میرے لوگوں نے انہیں جواب دیا۔

''رامیش پانڈے کسی بھی وقت یہاں آسکتے ہیں۔ابھی انکی طرف سے اطلاع آجائے گی۔انکی آمد یہاں خفیہ رکھی جارہی ہے۔چاہیں تو تصدیق کرلیں۔''

''آپ لوگ میرے پاس کیوں آئے ہو؟'' مہا پجاری نے پوچھا۔

''اس لئے کہ ایک آپ ہی ہیں جو ہماری یہاں مدد کر سکتے ہیں۔تاکہ ہم یہاں بہترین حفاظتی انتظامات کر سکیں۔''انہوں نے جواب دیا۔

انہوں نے اتنا بڑا رسک یونہی نہیں لیا تھا۔مجھے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ رامیش پانڈے ممبئی چھوڑ کر جگرواسکے لئے نکلنے والا ہے۔حکومت اور سیکورٹی اداروں نے تو اس وہیں رہنے کا کہا تھا،اوراسے پورا تحفظ دینے کے لئے سیکورٹی بھی لگا دی تھی۔مگراس کے اپنے لوگوں،خاص طور پر ہندو راشٹرا یہ والوں نے اسے ایک دو دن چھپ جانے کو کہا تھا۔ان کا خیال یہی تھا کہ اگر اسے استعفیٰ بھی دینا پڑا تو وہ ممبئی میں اس حیثیت سے نہیں رہ پائے گا۔حکومت اسے اتنا تحفظ نہیں دے سکے گی۔پھر بھی تو اسے جگرواس آنا ہی ہے۔عام عوام سے یہی کہا جانا تھا کہ اس کی طبعیت خراب ہے اور وہ ڈاکٹروں کے مشورے پر آرام کر رہا ہے،لیکن وہ گھر میں ہوگا ہی نہیں۔رات کے آخری پہر یہ فیصلہ ہوا۔تبھی رامیش پانڈے نے جگرواس جانے کا عندیہ دے دیا۔

مہا پجاری نے اس بات کی تصدیق اپنے لوگوں سے کر لی کہ رامیش پانڈے وہیں آرہا ہے تو اس نے ان لوگوں کو وہاں حفاظتی اقدامات کرنے کی اجازت دے دی۔وہ تیزی سے اپنا کام کرنے لگے۔

اروند سنگھ نے اس کے خفیہ فون تک رسائی حاصل کر لی ہوئی تھی۔جس میں یہ سارا پلان کیا گیا تھا۔مجھے لگا کہ جہاں وہ خود کو زیادہ محفوظ تصور کر رہا ہے،وہاں ہی اسے شکار کیا جائے۔اس وقت سورج نکل رہا تھا،جس وقت میں جسپال سے بات کر رہا تھا،ایسے ہی وقت وہ

اپنی بلٹ پروف کار میں گھر سے نکل رہا تھا۔ میں نے یہ خبر ونود رانا کو اس حد تک دے دی کہ وہ نکل رہا ہے اور اسنے ممبئی شہر کی سہانی بلڈنگ سے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر اڑنا ہے اور اپنے شہر اندور میں اترنا ہے۔ وہاں سے خفیہ طور پر اس نے جگرواس پہنچ جانا ہے۔ میں نے اس کے گھر سے لیکر جگرواس تک، سبھی جگہوں پر لوگ بٹھا دیئے، جہاں بھی وہ قابو آیا، وہیں اس کو پکڑ لیں گے۔ ونود رانا اور بانیتا کور کا آپس میں رابطہ ہو گیا تھا۔ ونود رانا نے جو پلان بنایا تھا، وہ بانیتا کور سمجھ چکی تھی اور اس کے لئے پوری طرح تیار تھی۔

وہ میرے لئے بڑے سنسنی خیز لمحات تھے۔ میرے ساتھ بہت سارے لوگ جڑ گئے ہوئے تھے۔ ہم سبھی رابطے میں تھے۔ ایک جگہ ہونے والی بات دوسری جگہ پر سنی جا سکتی تھی۔ دن کی روشنی پوری طرح پھیل گئی تھی۔ بانیتا کور اور ونود رانا کے ساتھ دو بہترین لوگ تھے جو فائیٹر اور شوٹر بھی تھے، انمیں ایک پائلٹ بھی تھا۔ وہ چاروں اسی بلڈنگ کی چھت پر پہنچ چکے تھے۔ رامیش پانڈے نے چونکہ وہاں سے فرار انتہائی حد تک خفیہ رکھا ہوا تھا، یہاں تک کہ ہائی آفیشل میں چند لوگ ہی جانتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کا چھت تک پہنچ جانا اتنا مشکل ثابت نہیں ہوا۔ جیسے ہی وہ چھت پر پہنچے، وہاں ہیلی کاپٹر تیار تھا۔ انکے چھت پر آتے ہی وہاں کے چیف سیکورٹی گارڈ نے انہیں روکتے ہوئے انتہائی غصے میں پوچھا۔

''کون ہو تم لوگ، اور یہاں کس لئے آئے ہو؟''

''جس شخصیت نے یہاں سے اُڑان بھرنی ہے، میں اس کو بحفاظت یہاں سے بھیجنے کے لئے آیا ہوں، میں چاہوں تو تمہیں بھی یہاں سے بھگا سکتا ہوں۔'' ونود رانا نے اپنا اصلی کارڈ اسے دکھاتے اور جعلی نام بتاتے ہوئے سکون سے کہا۔ اتنی دور سے وہ گارڈ اس کا نام کیا پڑھ سکتا تھا، صرف تصویر تھی جو اس نے ایک نگاہ دیکھی۔

''مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ہے؟'' اس نے ہٹ دھرمی سے کہا تو ونود رانا بولا۔

''رامیش پانڈے سے میری بات کراؤ، میں تمہیں وہ نام بتانے کا پابند نہیں ہوں، جس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ رامیش پانڈے نیچے آ چکے ہیں۔ باقی تمہاری خود ذمہ داری ہوگی۔''

''اوکے میں بات کراتا ہوں۔'' چیف سیکورٹی گارڈ نے کہا اور نمبر ملانے لگا۔ چند لمحے بعد اس کی گارڈ سے بات ہو گئی۔ اسپیکر آن تھا۔ چند لمحے بعد رامیش پانڈے لائین پر تھا۔ ونود نے اس سے فون لیا اور ذرا دور جا کر اس ہائی آفیشل کا نام لے کہا کہ یہاں سے بحفاظت بھیجنے کے لئے میں یہاں آیا ہوں۔ وہ مان گیا۔ ونود رانا نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔

رامیش پانڈے چھت کی طرف آ رہا تھا۔ اس دوران بانیتا کور ہر طرف کا جائزہ لے چکی تھی۔ ہیلی کاپٹر میں پائلٹ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف چار سیاہ پوش سیکورٹی گارڈ گنیں لئے الرٹ کھڑے تھے۔ ان سے دور چیف سیکورٹی گارڈ تھا۔ رامیش پانڈے کے ساتھ کتنے لوگ آنے والے تھے، یہ انہیں نہیں معلوم تھا۔ تبھی چھت پر آنے والے دروازے میں رامیش پانڈے نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے دو گارڈ تھے، جو اس کے ذاتی تھے، ان کے پیچھے دو فضائی کمپنی کے گارڈ تھے۔ ونود رانا تیزی سے آگے بڑھا۔ ممبئی میں رہتے ہوئے رامیش اور

ونود کی بہت ساری ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ رامیش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب تک ونود رانا نے اسے سیلوٹ مار دیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

''سر۔! مجھے آپ کو یہاں سے بحفاظت بھیجنے کا حکم ہوا ہے اور میں پوری تیاری سے آیا ہوں۔''

''اوہ۔! آپ کو خواہ مخواہ تکلیف ہوگی۔ یہاں سے اڑان بھرنے کے ڈیڑھ گھنٹے بعد میں جگر واس ہوں گا۔'' وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔

''وہ تو سر ٹھیک ہے، لیکن آپ کیساتھ کمال کے لوگ ہوں گے۔ وہ آپ کو.....'' اس نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''چلو ٹھیک ہے۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو ونود ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے بانیتا کور کو اشارہ کیا، وہ دونوں پسٹل لئے ایکساتھ ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھے۔ اس کے دو سیکورٹی گارڈ آگے بڑھ کر ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئے تو رامیش پانڈے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ونود رانا نے اسے سیلوٹ کیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ ہیلی کاپٹر اڑنے کو تیار ہو گیا۔ اگلے چند منٹ بعد وہ فضا میں تھا۔

ہیلی کاپٹر کا رخ ممبئی سے اندور کی طرف تھا۔ پائلٹ ہیلی کاپٹر اڑا رہا تھا۔ اس کا رابطہ اپنے کنٹرول ٹاور سے تھا۔ رامیش پانڈے اس کے پیچھے کی نشست پر بیٹھا تھا اور اس کے ذاتی گارڈ اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے درمیان میں بانیتا کور اور دائیں بائیں وہ دونوں لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر شہر سے باہر ہوا، بانیتا کور کے اشارے پر پیچھے بیٹھے دونوں لڑکوں نے آگے بیٹھے گارڈوں کے سر پر پسٹل کی نال رکھی اور ٹرائیگر دبا دیا۔ پتہ ہی اس وقت لگا، جب وہ دونوں ہی لڑھک گئے۔ رامیش پانڈے کے منہ سے ہلکی سی چیخ بلند ہوئی۔ اسی کے ساتھ ہی ایک لڑکا آگے بڑھا اور اس نے پائلٹ کے سر پر گن رکھتے ہوئے کنٹرول ٹاور سے رابطہ منقطع کر دیا۔ تاکہ یہاں کی کوئی آواز باہر نہ جا سکے۔ تبھی بانیتا کور نے کہا۔

''پائلٹ، تم اسی طرح اڑتے رہو، جیسا میں کہوں۔ ورنہ تم بھی انکی طرح مر سکتے ہو اور جان لو کہ ہمارے ساتھ یہ پائلٹ ہے۔''

''یس، جیسا آپ کہو۔'' پائلٹ نے جواب دیا۔

''تو پہلے ایک چکر لگاؤ اور سمندر پر لے چلو۔'' بانیتا کور نے حکم دیا۔ تب رامیش پانڈے نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''کون ہو تم لوگ؟''

''ابھی بتاتے ہیں، اتنی جلدی کاہے کی ہے بابو۔'' بانیتا کور نے انتہائی طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

کچھ ہی منٹ بعد وہ ممبئی کے جنوبی ساحل تک جا پہنچے۔ ہیلی کاپٹر نیلے سمندر پر اڑتا رہا۔ اسی دوران ایک لڑکا آگے جا بیٹھا اور دوسرا رامیش پانڈے کو باندھنے لگا۔ تب تک بانیتا کور نے پائلٹ کو واپس پلٹنے کا کہا۔ تبھی رامیش پانڈے نے پھر پوچھا۔

کون ہو تم لوگ؟''

''ارے ببوا، بتاتے ہیں، کاہے کو شور مچاوت ہو۔'' وہ پھر اسی لہجے میں بولی۔

سمندر کا گہرا پانی آ چکا تھا۔ دور دور تک کوئی بجرا، جہاز یا ایسا کچھ نہیں تھا، سوائے ایک اسٹیمر کے۔ پائلٹ کو ہدایت دی جانے لگی کہ اس اسٹیمر تک لے جایا جائے۔ وہ عین اس کے اوپر لے گیا اور وہیں روک دیا۔ تبھی ایک نے پائلٹ کو نیچے اترنے کو کہا۔ سیڑھی لگ چکی تھی۔ وہ آرام سے نیچے اتر گیا۔ پھر رامیش پانڈے کو اتارا جانے لگا۔ پھر دوسرے کے ساتھ بانیتا کور بھی اتر آئی۔ تو ہیلی کاپٹر آگے بڑھ گیا۔ اسی لمحے پہلے والا لڑکا ہیلی کاپٹر سے سمندر میں کود گیا۔ اسٹیمر پر چند لوگ موجود تھے۔ انہوں نے اسے بچانے کے لئے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ تبھی کچھ فاصلے پر جا کر ہیلی کاپٹر ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا۔ اس کے پرزے پرزے ہو کر سمندر میں گر گئے۔ جس وقت ہیلی کاپٹر کا نام و نشان تک نہ رہا تب بانیتا کور نے اونچی آواز میں کہا۔

''اے پائلٹ۔! تجھے ہم نے اس لئے بچایا ہے کہ تم نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور ہماری بات مانی۔ اسی طرح مانتے رہو گے تو یہ وعدہ ہے، تمہیں واپس بھجوا دیں گے، ورنہ.....'' یہ کہتے ہوئے اس نے سمندر کی جانب اشارہ کیا۔ پائلٹ نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''مجھے آپ پر یقین ہے۔''

''تو جاؤ پھر آرام کرو۔'' اس نے اندر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ گیا تو اس نے رامیش پانڈے کی طرف دیکھا پھر بولی۔ ''تم بھی چلو، تم سے تو بڑی باتیں کرنی ہیں۔''

بانیتا کور اسے لے کر اندر چلی گئی۔ اسی وقت وہ پہلا کودنے والا لڑکا، اسٹیمر سے چھلانگ لگانے والوں کے ساتھ اسٹیمر پر آ گیا۔

جس وقت رامیش پانڈے فضا میں تھا، اسی وقت میں نے جگرواس میں موجود لوگوں سے کہہ دیا کہ وہ وہاں سے نکل جائیں۔ انہیں وہاں سے نکلنے میں دس سے پندرہ منٹ درکار تھے۔ لیکن رامیش پانڈے کی وہاں پہنچنے کی اطلاع پر دھرم شالے میں وہ سارے لوگ وہاں آنے لگے تھے جو اس کے قریبی تھے۔ جنہوں نے یہ سارا پلان کیا تھا۔ ان میں وہی لوگ تھے، جو ہندو راشٹرا یہ بنانا چاہتے تھے۔ ان کا یہاں اکھٹے ہونے کا مقصد ہی یہی تھا کہ اس صورت حال سے کیسے نمٹا جائے؟ ان لوگوں کو تلاش کیا جائے کہ یہ کون ہیں؟ نیا لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ جس وقت ہیلی کاپٹر فضا میں پھٹا، اس وقت وہ کافی تعداد میں وہاں پہنچ چکے تھے۔ میرے لوگوں نے بہانہ بنایا کہ وہ رامیش پانڈے کو گاؤں سے باہر پوری سیکورٹی کے ساتھ یہاں تک لائیں گے۔ اس لئے وہ وہاں سے نکل گئے۔ دھرم شالہ والوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

اسٹیمر کے اندر بنے کمرے میں رامیش پانڈے بندھا ہوا پڑا تھا۔ بانیتا کور کے پیچھے دوسرا لڑکا کھڑا تھا اسٹیمر کا عملہ باہر تھا۔ بانیتا کور میرے ساتھ رابطے میں تھی۔ اس نے فون رامیش پانڈے کے سامنے رکھ کر اسپیکر آن کر دیا۔

''بولو رامیش پانڈے۔! چوبیس گھنٹے پورے ہونے میں ابھی کتنا وقت ہے؟''

''اوہ، تو یہ تم ہو؟'' اس نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں، میں، جس طرح تم نے مجھے میرے گاؤں سے اٹھایا تھا اور ایک جزیرے پر لا پھینکا تھا، وہ ایک انتہائی احمقانہ پلان لگتا

تھا، لیکن میں مانتا ہوں تم نے بڑی ذہانت دکھائی تھی۔ ان سب لوگوں کو ممبئی حملے کا مجرم ظاہر کر کے اپنے لوگوں کو صاف بچا جاتے، تمہاری طرف کسی کا دھیان ہی نہ جاتا۔'' میں نے انتہائی سکون سے کہا۔

''اب کیا چاہتے ہو؟'' اس نے ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح پوچھا۔

''جگجیت بھربھرے کا قاتل، تو اس وقت جیل میں ہے۔ وہ لوگ اسے کبھی ظاہر نہیں کریں گے۔ وہ اسے ماردیں گے۔ اس کی صورت کوئی بھی ہوسکتی ہے۔ میں تمہیں کب کا مار سکتا تھا، لیکن۔! میں تمہاری اصل طاقت کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا

''میں ہندو ہوں، کیا مجھے حق حاصل نہیں کہ میں ہندو راشٹرا یہ بنالوں، جس طرح تم لوگوں نے اپنا الگ وطن بنالیا ہے۔'' اس نے سوال کیا۔

''بناؤ، مگر دلیل سے، غنڈہ گردی اور دہشت گردی سے نہیں۔ سکھوں کو بھی حق دو کہ وہ اپنا خالصتان بنالیں۔ بے گناہ لوگوں کے خون پر حکومت کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے؟'' میں نے کہا

''ہمارے اپنے فلسفے ہیں۔'' اس نے کہا

''تو پھر اپنے ہی فلسفے کے انوسار، مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' میں نے کہا۔

''میں اگر مر بھی جاؤں تو کوئی بات نہیں۔ اور بہت سارے لوگ ہیں۔ کس کس کو روکو گے؟''

''جہاں تک ممکن ہوا، میں روکوں گا اور تیرے ساتھ والوں کا حال کیا ہوگا، وہ بھی دیکھ لینا۔ بانیتا ابھی فون بند کردو۔'' میں نے کہا اور خاموش ہوگیا۔ بانیتا کور نے فون اٹھا کر اسپیکر بند کیا اور مجھ سے پوچھا۔

''اب بولو۔''

''پہلے وہ کام کرو جو تم سے کہا گیا ہے۔'' میں نے کہا۔ اس نے ایک لڑکے کو اشارہ کیا۔ اس نے اپنے بیگ میں سے ایک بم نکالا اور رامیش پانڈے کے جسم سے باندھ دیا۔ جب وہ یہ کام مکمل کر چکا تو بانیتا کور نے مجھے بتایا، تو میں نے کہا، ''اور اب اپنے لوگوں کو لے کر باہر آؤ۔ ایک چھوٹا جہاز تمہیں لینے کے لئے آرہا ہے۔'' وہ باہر نکل گئی۔

''لیکن ان لوگوں کو ایسے ہی چھوڑ دینا ہے؟'' اس نے پوچھا

''بالکل نہیں، بس تم دیکھتی جاؤ۔ اس جہاز میں بیٹھ جاؤ۔'' میں نے اسے کہا تو تیزی سے بولی۔

''ہاں مجھے جہاز نظر آرہا ہے۔''

''اب اس میں جاؤ۔'' میں نے کہا

''وہ جب تک آتا ہے، تم مجھے یہ بتاؤ کہ ونود رانا کا کیا بنا، وہ تو پکڑا جائے گا۔ اس سارے کھیل میں اس کی قربانی کیوں دی گئی؟'' بانیتا کور نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''اسے کچھ نہیں ہوگا، وہ بالکل محفوظ ہے۔'' میں نے اسے بتایا تو بانیتا کور کے منہ سے بے ساختہ نکلا

''گڈ۔ مگر وہ کیسے.....؟''

تبھی میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

''جہاز کتنی دور ہے؟''

''بس قریب ہے۔ ہم نے لائف جیکٹ پہن لی ہے، اور کشتی سے اس طرف جانے والے ہیں۔'' اس نے میری بات سمجھتے ہوئے اصرار نہ کرتے ہوئے بتایا تو میں نے کہا۔

''اپنا یہ فون اسٹیمر کے کپتان کو دے دو اور بس جلدی پہنچو، مجھے دوسرے کام بھی کرنے ہیں۔ فوراً۔''

بانیتا کور اور وہ دونوں لڑکے، کشتی میں بیٹھے اور جہاز کی جانب چل دیئے۔ جب تک وہ جہاز میں نہیں پہنچ گئے، میں ان کے ساتھ رہا۔ میرے ساتھ جڑے ہوئے لوگ سب سن رہے تھے اور اپنی اپنی جگہ وہ کام کر رہے تھے۔ جس وقت جہاز کئی ناٹیکل میل دور چلا گیا تو میں نے کپتان سے کہا۔

''دیکھو۔! میں نہیں چاہتا کہ تم اور تمہارے آدمی ماریں جائیں۔ تمہیں بھی بچنا ہے، اور اس پائلٹ کو بھی بچانا ہے۔''

''جی میں سمجھ رہا ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''اگر، تم نے ایک ذرا سی بھی غلطی کی تو نہ تم بچ سکو گے اور نہ تمہارے لوگ۔ اس لئے جیسا کہا گیا ہے ویسا ہی کرنا ہے۔ ساری اطلاع دینے کے بعد یہ اسٹیمر چھوڑ دینا ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔'' میں نے کہا۔

''میں ایسا ہی کروں گا۔'' اس نے کہا۔

''اب میں تمہیں کال نہیں کروں گا۔ یہ فون بے کار ہے اسے سمندر میں پھینک دو۔'' میں نے کہا

''او کے۔'' اس نے کہا، پھر سائیں سائیں کی آواز آئی اور فون ڈیڈ ہو گیا۔

''بندہ سمجھدار لگتا ہے ورنہ یہ فون بہت بڑا رسک تھا، اس سے وہ بہت کچھ سمجھ سکتے تھے اور ہمیں سارا سیٹ اپ بدلنا پڑتا۔'' اروند اچانک بولا۔

''نہ سمجھتا تو دوسرا آپشن ہے۔ اس میں فون ضائع ہو جاتا اور اسے بھی سزا مل جاتی۔ خیر کون ہے لائین پر؟'' میں نے اروند سے پوچھا۔

''وہی ہائی آفیشل، جس نے رامیش پانڈے کو جگر واس جانے کا مشورہ دیا تھا اور وہ انہی میں سے ایک ہے۔'' اس نے فوراً جواب دیا۔

''بات کراؤ۔'' میں نے کہا تو چند سیکنڈ کے بعد دوسری طرف وہ ہائی آفیشل تھا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔

''کون بات کرنا چاہتا ہے اور تم کون ہو۔''

''میں بتاتا ہوں، سن لو گے تو تمہاری ہوا خارج ہو جائے گی۔ ممکن ہے تمہاری پینٹ بھی گیلی ہو جائے۔''

''کون ہو تم اور کیا بات ہے؟'' اس نے کافی حد تک سنجیدہ لہجے میں یوں پوچھا جیسے اسے حیرت ہو۔

''تم نے تو رامیش پانڈے کو جگرواس بھیجا تھا، لیکن پتہ ہے، وہ کہاں ہے؟'' میں نے کہا تو وہ ایک دم سے گھبراتے ہوئے بولا۔

''کک..... کک..... کیا مطلب؟''

''پتہ کرو اس کا، نہ پتہ چلے تو مجھ سے پوچھ لینا۔''

''کیا کہہ رہے ہو تم؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''احمقانہ سوال مت کرو اور پتہ کرو۔ میں لائین پر ہوں۔'' میں نے کہا تو اس نے فون رکھ کر دوسرے فون سے کسی کو کال کر کے پوچھا۔ تین چار منٹ بعد اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''کہاں ہے وہ؟''

''وہ اس وقت میرے قبضے میں ہے اور اسکے مرنے میں ابھی ایک گھنٹہ پڑا ہے۔ تلاش کر سکتے ہو تو کر لو۔ ایک گھنٹہ۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سب کے ساتھ ہونے کے باوجود میری توجہ تین طرف تھی۔ بانیتا کور کو بحفاظت کسی محفوظ مقام تک لے جانا تھا۔ اس کی ذمہ داری کراچی میں بیٹھے سلمان نے لے لی۔ وہ اس کی نگرانی کرنے لگا۔ دوسری طرف جگرواس سے سارے لوگ نکل کر اپنی اپنی محفوظ پناہ گاہوں کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی ساری پولیس کی وردیاں اتار کر ایک جگہ رکھ کر آگ لگا دی تھی۔ لیکن دھرم شالے میں موجود لوگوں کو وہیں تک محدود کرنا تھا کہ وہ اگلے بیس منٹ تک وہیں بیٹھے رہیں۔ یہ فہیم نے اپنے ذمے لے لیا۔ وہ ان سے باتیں کرنے لگا۔ میں اروند سنگھ کے ساتھ لگ گیا۔

اسٹیمر کے کپتان سے ساری بات ہو چکی تھی۔ اگرچہ اسے بھاری رقم دے کر اس کام کے لئے آمادہ کیا گیا تھا لیکن اسے اپنا آپ بھی بچانا تھا۔ اس لئے اسے ایک کہانی دے دی گئی ہوئی تھی۔ وہ کہانی یہ تھی کہ چند لوگوں نے اس کے پریوار کو اغوا کر لیا ہوا تھا اور گن پوائنٹ پر گہرے پانی کی طرف لے آئے تھے۔ پھر سب کچھ وہی تھا جو اس کے سامنے ہوا تھا۔ وہ لوگ کدھر گئے؟ یہ اسے کیسے معلوم ہو سکتا تھا۔ اب جبکہ وہ چلے گئے ہیں تو وہ اطلاع دے رہا ہے۔

اس کپتان نے اپنے لوگوں کو اطلاع دی، جو چند منٹوں میں ہائی آفیشل تک پہنچ گئی۔ جس وقت وہ اطلاع پا چکا تو میں نے اروند کے ذریعے اسے کال کر دی۔

''مل گیا وہ تمہارا رامیش پانڈے؟ اور میں جانتا ہوں کہ اب تم لوگوں کی ہمت نہیں پڑ رہی ہو گی کہ اسے جا کر بچا سکو۔'' میں نے انتہائی طنز سے کہا

''تم ہمیں مس گائیڈ کر رہے ہو۔'' اس نے کہا تو میں طنزیہ لہجے میں بولا

''تم لوگوں میں اتنی صلاحیت ہی نہیں ہے، اسے بچا پاؤ۔ میں تمہیں آدھا گھنٹہ دے رہا ہوں نا، اب آدھے گھنٹے بعد ہی فون کروں گا، لیکن اس وقت تمہیں ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں۔'' میں گھڑی دیکھتے ہوئے کہا، صرف دو منٹ رہتے تھے۔ مجھے اس سے مزید ایک دو باتیں کرنا تھیں۔ اس لئے بولا

''دیکھ، میں تمہارے جس فون پر بات کر رہا ہوں، مجھے پتہ ہے یہ بہت ساری جگہوں پر سنا جا رہا ہے۔ تم کچھ نہ بھی کہنا چاہو، تو بھی میرا پیغام پہنچ گیا ہوگا۔ تمہاری ساری مشینری حرکت میں آ گئی ہوگی۔ میرا فون تلاش کیا جا رہا ہوگا اور رامیش پانڈے کو تلاش کرنے کی تگ و دو شروع ہو گئی ہوگی۔ صرف ایک منٹ بچا ہے تمہیں تحفہ دینے کو۔ اس کے بعد تم لوگوں کو میری بات کا یقین آئے گا۔ اور افسوس کرو گے کہ پہلے ہی میری بات کیوں نہیں مان لی گئی۔''

''کیا ہے ایک منٹ کے بعد؟''

''رامیش پانڈے کے گاؤں بارے پتہ کرو۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

میں سامنے اسکرین پر جگرواس گاؤں کے اس دھرم شالہ کا منظر تھا۔ وہاں جانے والے لوگوں نے ایک کیمرہ وہاں لگایا تھا جہاں سے اس دھرم شالہ کی پوری عمارت دکھائی دیتی تھی، جس میں بیٹھ کر یہ منصوبہ سازی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو کتنا اور کس حد نقصان پہنچانا ہے؟ مالیگاؤں بم دھماکہ، سمجھوتہ ایکسپریس جیسے بم دھماکے یہیں بیٹھ کر طے ہوئے تھے۔ یہ اطلاع تھی کہ وہ لوگ، جو رامیش پانڈے کے منتظر تھے ابھی اندر ہی ہیں۔ جیسے ہی انہیں پتہ چلا کہ وہ اغوا ہو گیا ہے اور اس کا کہیں پتہ نہیں چل رہا۔ وہاں کھلبلی مچ گئی۔ وہ مختلف جگہوں پر فون کرنے لگے۔ وہ سب مہا پجاری سمیت وہیں تھے۔ اسی لمحے ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اس عمارت سے دھواں اور شعلے بلند ہوئے۔ چند لمحوں کے وقفے کے بعد چند مختلف جگہوں پر دھماکے ہوئے۔ میں وہاں کی آواز نہیں سن پایا تھا۔ لیکن پورا منظر میرے سامنے تھا۔

''بند کر دو۔ اور بھول جاؤ کہ یہاں کبھی کچھ ہوا تھا۔'' میں نے کہا تو نہ جانے فہیم نے یا کسی نے بھی وہ منظر اسکرین سے ختم کر دیا۔ اس کی جگہ اروند، فہیم اور زویا سامنے آ گئے۔

''کیا رامیش پانڈے زندہ رہے گا؟'' مہوش نے پوچھا تو اروند بولا

''نہیں، انہیں اُس اسٹیمر کا پتہ چل گیا ہے وہ لوگ پوری قوت کے ساتھ اس جانب بڑھ رہے ہیں۔''

''تو پھر؟'' اس نے پوچھا

''اس اسٹیمر کا بھی یہی حال ہوگا۔'' اروند نے کہا

''دس منٹ رہ گئے ہیں۔'' مہوش بولی

''ہائی آفیشل سے ہاٹ لائین پر جو بات ہو رہی ہے، میں وہ سنا رہا ہوں۔'' اروند نے کہا اور فون کال سنانے لگا۔ اس میں یہی

بتایا جارہا تھا کہ اسٹیمر کے کپتان سے بات کر کے انہوں نے صورت حال معلوم کی تھی۔ رامیش پانڈے وہیں ہی تھا۔ ہیلی کاپٹر اس اسٹیمر تک پہنچ رہے تھے۔ جبکہ کپتان چیخ رہا تھا کہ رامیش پانڈے کے ساتھ جو بم باندھا گیا ہے، اس کے پھٹنے میں دس منٹ رہ گئے ہیں۔ انہوں نے کپتان کو اسے کھولنے اور واپس مڑنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ لیکن کپتان نے کہا کہ وہ یہ رسک نہیں لے سکتا۔ اس لئے وہ سب لوگوں کے ساتھ جارہا ہے۔ اس نے باقی لائف بوٹ لیں، ان میں پائلٹ سمیت اپنے بندے بٹھائے اور سمندر میں اتر گیا۔ وقت گذرتا جارہا تھا۔ بالکل آخری منٹ پر وہ سب اسٹیمر سے کافی فاصلے پر پہنچ چکے تھے۔ انہیں پوری امید تھی کہ وہ بچ کر واپس چلے جائیں گے۔ دو ہیلی کاپٹر اسٹیمر کے اوپر آچکے تھے۔ ان سے سیڑھیاں نیچے اتر آئیں تھیں۔ ایسے میں ایک زبردست بم دھماکہ ہوا۔ جس کا ارتعاش لائف بوٹ تک بھی پہنچا۔ جو لوگ عرشے پر اتر چکے تھے۔ ان کا پتہ نہیں چلا۔ اسٹیمر کو آگ لگ گئی۔ رامیش پانڈے کا کہیں پتہ نہ چلا۔ ہاٹ لائین پر یہ سب بتایا جارہا تھا۔ اور ہم سب سن رہے تھے۔

''اروند کال ملاؤ۔'' میں نے کہا تو چند لمحوں میں کال ملا دی گئی۔ اسی ہائی آفیشل نے کال رسیو کی۔ ''بس اتنا ہی کہنا ہے، اب اگر کوئی منصوبہ بناؤ تو یہ سوچ لینا اس کی کتنی قیمت چکانا ہوگی۔ میں پھر بات کروں گا۔''

یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ ہم سب میں خاموشی پھیل چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

اس وقت دن کے دس بج چکے تھے۔ موسم کافی خنک تھا۔ سورج اور بادلوں کی آنکھ مچولی چل رہی تھی۔ ہوا اتنی تیز نہیں تھی۔ ایسے میں ہرپریت کور جب تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آئی تو سیدھی جسپال سنگھ کے دل میں اتر گئی۔ ہرپریت نے نیوی بلیو سوٹ پہنا ہوا تھا، جس پر سفید دھاگے کی کڑھائی تھی۔ بڑا سارا آنچل گلے میں تھا۔ بال سنوار کر چوٹی باندھی ہوئی تھی۔ ہلکا ہلکا میک اپ اسے جاذب نظر بنا رہا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو مجھے؟'' ہرپریت نے اس کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی عورت اپنے سامنے کھڑے ہوئے مرد کی نگاہوں میں موجود پیغام کو نہ پڑھ لے۔

''میں سوچ رہا ہوں۔ آج کے دن کم از کم ہمیں بالکل اکیلے، کہیں دور تنہا ہونا چاہئے۔'' جسپال نے کہا

''مثلاً، کہاں؟'' وہ شوخی سے بولی

''کسی بیچ پر سمندر کنارے، کسی ویران جنگل میں یا پھر کسی پہاڑی مقام پر، جہاں صرف ہم دونوں ہوں۔'' اس نے بھی شوخی سے کہا تو وہ تصور میں کھو جانے والے لہجے میں دھیمے سے بولی

''اب یہ مت کہنا کہ کہوں گی کہ کاش ہم وہاں ہوں، اصل میں ہمارا انتظار ہو رہا ہے، ہمیں گرو دوارے جانے ہے، جہاں سب لوگ اکھٹے ہو رہے ہیں۔''

اس پر جسپال نے اسے چونک کر دیکھا اور پھر خفت زدہ لہجے میں بولا

''یار کیسی محبوبہ ہو تم، خواب میں بھی حقیقت کی تلخی ملا دیتی ہو۔'' پھر ٹائی کی ناٹ درست کرتے ہوئے بولا، چلو، مہارانی جی چلیں۔''

''اداس نہ ہو یار، یہ خواب ہم فارغ ہو کر واپس آتے ہیں نا تو دیکھ لیں گے۔'' ہرپریت نے کہا تو جسپال نے قہقہہ لگا دیا۔ دونوں خوشگوار موڈ میں پورچ میں کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

جیسے ہی جمال کی طرف سے اسے اوگی میں رہنے کو کہا گیا تھا، اسی وقت اس نے پتہ کیا کہ اگر اوگی پنڈ میں کسی کا بھی کوئی فنکشن ہو، کسی کا ارداس ہو، اگر وہ ہے، تو ٹھیک، ورنہ وہ خود ارداس رکھ لیتے ہیں۔ فوراً ارادس رکھنے کے بارے میں اگر کوئی پوچھ بھی لے تو کہہ سکتا ہے کہ رات مجھے بڑا بھیانک خواب آیا تھا، اس لئے رکھ لیا ارادس، کوئی منع نہیں کر سکتا تھا۔ پتہ کرنے پر معلوم ہو گیا کہ اوگی پنڈ کے ہی خاندان نے گرودوارے میں ارداس رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے وہیں جانے کا پروگرام بنا لیا۔ پھر دوپہر تک پنڈ میں رہنے کا سوچا اور نکل آئے تھے۔

گرودوارے میں بہت سارے سکھ جمع تھے، کئی لوگ آ بھی رہے تھے۔ گرنتھ صاحب کا پاٹھ کیا جا رہا تھا۔ وہ دونوں بھی جا کر بیٹھ گئے۔ ہرپریت عورتوں کی طرف اور جسپال مرد حضرات کی جانب۔ تقریباً دس بجے کے قریب وہ ارداس ختم ہوا تو لنگر شروع ہو گیا۔ گیارہ بجے تک وہ گرودوارے سے نکل آئے تھے۔ ان کا رُخ سردار بلبیر سنگھ پینچ کے گھر کی طرف تھا۔ وہاں کچھ دیر وقت گزارنے کے بعد وہ پنڈ کی مختلف جگہوں کو دیکھنے کے لئے نکل پڑے، تاکہ جو مسئلہ مسائل ہو اس کے بارے میں جانکاری مل جائے۔ اصل مقصد یہی تھا کہ لوگوں کے درمیان رہا جائے۔ دوپہر دو بجے تک وہ اسی میں مصروف رہے، پھر وہ واپس گھر لوٹ آئے۔

جس وقت جسپال اپنے کمرے میں جا کر فریش ہوا تو ہرپریت چائے لیکر اس کے پاس جا پہنچی۔ اس نے چائے کا ٹرے بیڈ پر رکھا اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ جسپال اس کے سامنے آ بیٹھا تو ہرپریت نے پوچھا

''یہ سارا ڈرامہ کس لئے تھا؟''

''مجھے نہیں معلوم، یہ جمال نے کہا تھا۔'' اس نے جواب دیا

''پھر پوچھو، اس سے کیا بات تھی۔'' ہرپریت نے چائے کی چسکی لے کر کہا

''میں تو نہیں پوچھتا۔ بات ہوئی تو کوئی نہ کوئی کام نکل آئے گا، اور مجھے یہاں سے جانا پڑے گا۔ آ بیل مجھے مار، نہیں، مجھے تمہارے ساتھ کافی وقت گذارنا ہے۔ جب اسے ضرورت ہو گی تو وہ خود کال کر لے گا۔''

''چلو یہ تو اچھا ہوا۔'' ہرپریت نے شوخ ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس کے چہرے پر دیکھ کر بولی، ''چل، اب خواب دیکھ، میں بھی دیکھتی ہوں۔''

''دن کے وقت خواب نہیں دیکھے جاتے۔ رات کو سہی۔'' اس نے بھی ویسے ہی جواب دیا تو ہرپریت قہقہہ لگا کر ہنس دی۔ پھر بولی آج اوگی میں شادی بھی ہے۔ ''جاگو'' ہو گی۔ چلیں گے، بڑا مزہ رہے گا۔ لوگوں میں بھی رہیں گے۔''

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

''چل ٹھیک ہے ڈن۔'' جسپال نے کہا تو وہ نہال ہوگئی۔ یہ دن اس کے لئے انتہائی خوشی کے دن تھے۔ اس وقت بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ وہ بندہ آ گیا جسے اس نے مناسکر بھیجا تھا تا کہ جوگی کے بارے میں پتہ کر سکے۔ وہ نیچے لان میں بیٹھا تھا۔ وہ چائے ختم کر کے اس کے پاس جا پہنچے۔

''ہاں، سنا کیا خبر لایا ہے؟'' جسپال نے پوچھا

''یہ ٹھیک ہے کہ وہ مناسکر ہی کار ہنے والا ہے۔ پچھلے چند برس سے وہ وہاں نہیں ہے۔ اس کے خاندان کے لوگ اور چند چیلے بھی اس کے ساتھ ہی نجانے کہاں چلے گئے ہیں۔ اس کے خاندان کے دوسرے لوگ وہیں موجود ہیں۔ اس جوگی کے پاس کافی چمتکار ہیں۔ اسے سانپ نہیں ڈستا، اور کوئی سانپ ڈس بھی لے تو اسے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا ایک بیٹا ہے، ممبئی میں رہتا تھا۔ وہ زہر کا بڑا ماہر تھا۔ کچھ برس سے اس کا بھی کچھ اتہ پتہ نہیں۔ یہ اس کی تصویر لایا ہوں۔'' اس نے سیل فون سے بنائی ہوئی تصویر دکھانے کے لئے اپنا سیل فون اس کے آگے کر دیا۔

''یہ تم مجھے میرے نمبر پر سنڈ کر دو۔ میں دیکھ لوں گا۔ بہت شکریہ تمہارا۔'' جسپال نے کہا تو اس نے تصویر بھیج دی۔ پھر اٹھا اور چلا گیا۔ تبھی جسپال تصویر دیکھتے ہوئے مصنوعی اکتاہٹ سے بولا

''اب تو اسے کال کرنا ہی پڑے گی۔''

اس پر ہرپریت نے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگا دیا۔

☆.....☆.....☆

لاہور پر شام اُتر آنے کو تھی۔ میں نے ولید سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ اس سے ملوں گا۔ میرا اس سے ملنا ضروری بھی تھا۔ لیکن مجھے طارق نذیر سے بھی لازماً ملنا تھا۔ فیضان بٹ اور الطاف گجر سے اب تک وہ کیا نکال پایا تھا۔ اس بارے پتہ چلنا چاہئے تھا۔ انہی دونوں بندوں سے پتہ چلنا تھا کہ وہ بھارتی کدھر ہیں، جو پاکستان میں پھیل چکے ہیں۔ جیسے ہی میں نے طارق نذیر سے رابطہ کیا تو وہ پرشوق انداز میں بولا

''سر جی، بہت بڑی کامیابی ملی ہے۔ چند بندے پکڑے گئے ہیں۔ اور باقیوں کے بارے میں پتہ چل رہا ہے۔ ایک دو دن میں جب سارا فائنل ہو گیا تو پوری رپورٹ کے ساتھ آپ سے ملتا ہوں۔''

''او کے۔ میں انتظار کروں گا۔'' میں نے کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔ تب میں نے ولید کے نمبر ملائے۔ وہ جیسے میرے انتظار میں تھا۔

''میں آپ کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔''

''کہاں ہو؟'' میں نے پوچھا

''ادھر لاہور ہی میں ہوں۔ مجھے امید تھی کہ آپ ضرور کال کریں گے۔ آپ آئیں کوئی یہاں آپ کا انتظار کر رہا ہے۔'' اس نے پرجوش لہجے میں کہا

''میں آ رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور اس کی طرف جانے کے لئے اٹھ گیا۔

میں ڈرائنگ روم میں آیا تو کنٹرول روم میں فہیم اور مہوش کے ساتھ جنید بیٹھا ہوا تھا۔

''یہ اکبر کدھر ہے؟'' میں نے پوچھا

''اپنے کمرے میں ہے۔ کہہ رہا تھا کہ سر میں درد ہے، سونا چاہتا ہے۔'' جنید نے کہا

''چلو اسے سونے دو، تم آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے کہا تو مہوش بولی

''احتجاج، احتجاج۔''

''کیا ہوا تمہیں؟'' میں خوشگوار حیرت سے پوچھا

''یہ لوگ بہت سورما ہیں، جنہیں آپ ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور دوسری بات کہ ہم دارے کے ہاتھ کے بنے کھانے کھا کھا کر تنگ آ گئے ہیں، ہمیں ہوٹلنگ کرنی ہے بس۔'' وہ کھڑے ہو کر بولی

''پہلی بات تو یہ ہے تم میرے ساتھ جا رہی ہو۔ دوسری یہ کہ جب تمہارا دل چاہے تم باہر جاؤ، جو تمہارا دل چاہے کرو، پابندی تھوڑا ہے۔ اسی دارے سے جو چاہے منگوا لیا کرو۔'' میں نے کہا تو وہ ایک دم سے خوش ہو گئی۔ میں، جنید اور مہوش تینوں فوروہیل میں نکلے، جسے جنید ڈرائیو کر رہا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم علامہ اقبال ٹاؤن پہنچ گئے۔ وہ ہمارے ساتھ رابطے میں تھا۔ ہم نے فوروہیل پورچ میں روکی۔ ولید پورچ ہی میں کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ہم تینوں ڈرائنگ روم میں چلے گئے تو سامنے کرنل سرفراز بیٹھے ہوئے ہمیں خوشگوار انداز میں دیکھ رہے تھے۔ ملنے کے بعد جب ہم بیٹھے تو موجود آپریشن نے بارے میں باتیں ہونے لگیں۔ یہ سب باتیں کر چکے تو وہ بڑے سنجیدہ لہجے میں بولے

''جمال۔! اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں بہت کچھ تبدیل کرنا ہوگا۔''

''میں سمجھا نہیں؟'' میں نے پوچھا

''دیکھو۔! جو انسان کا دل ہوتا ہے نا، وہی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ انسان میں پہلے دل بنتا ہے تو باقی عمل بعد میں پورا ہوتا ہے۔ جسم کا کوئی حصہ کٹ جائے تو جان برقرار رہتی ہے، لیکن جیسے ہی دل کو کچھ ہو جائے تو زندگی نہیں بچتی۔'' انہوں نے لفظوں کو بہت احتیاط سے چنتے ہوئے کہا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا

''میں سمجھا نہیں؟ آپ جو کہنا چاہتے ہیں، کھل کر کہیں۔''

''میں جانتا ہوں کہ تمہاری والدہ تمہارے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اور جس قدر اہمیت رکھتی ہیں، اسے بھی جانتا ہوں۔ اس تناظر میں تم میری بات کو سمجھ رہے ہو؟'' انہوں نے کہا تو مجھے ایک دم سے ان کی بات بڑی اہم لگی۔ تب میں نے کہا

''آپ کہیں، جو کہنا چاہ رہے ہیں؟''

''نورنگر، اب اتنا محفوظ نہیں جتنا ہم سمجھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ دوسرے معاملات ہیں۔ جوگی اور ملنگ کا وہاں ہونا اور

تمہارا وہاں سے ہی اغوا بہت کچھ سمجھا رہا ہے۔اس لئے میں نے سوچا ہے کہ سب کو محفوظ کر لیا جائے۔ پھر بعد میں دیکھیں گے کیا کرنا ہے۔'' انہوں نے کہا تو میں نے پوچھا

''آپ کے ذہن میں کیا ہے؟''

''سارا اور اس کے بیٹے مراد کو اس کے باپ کے پاس بھیج دیا جائے۔دوبئی میں وہ سیٹ ہو گئے ہیں، حالانکہ کراچی میں بھی ان کا بزنس ویسا ہی ٹھیک ہو گیا ہے، جیسا پہلے تھا۔یہاں ان کے والد صاحب ہوتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وذرار کے، پھر بولے،''تانی، کو ابھی تھوڑی تربیت کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ ابھی نومسلم ہے۔میں چاہوں گا کہ تم اسے برطانیہ جانے کی اجازت دو۔''

''وہاں اس کا کون ہے؟'' میں نے پوچھا

''کوئی خونی رشتہ تو نہیں ہے، لیکن اور بہت ہیں، جو اس کی بہترین ذہنی تربیت کر سکیں گے۔'' انہوں نے کہا

''ٹھیک ہے۔وہ جائے بہ خوشی۔'' میں نے جواب دیا

''اور اماں اور سوہنی کو کہاں رکھنا ہے، یہ میری ذمہ داری ہے، میں اسے پورا کروں گا۔تمہیں کوئی اعتراض؟''

''نہیں، کوئی اعتراض نہیں۔'' میں جواب دیا

''تو بس، باقی جو تم چاہو، وہی ہوتا رہے گا۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تو ہم میں چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔تبھی ولید احمد نے کہا

''سر میں اب کچھ کہوں۔''

''بولو، تمہاری سننے ہی تو آئیں ہیں۔'' کرنل سرفراز نے کہا تو اس نے اجازت پا کر کہا

''سر۔! جیسے کہ آپ نے مجھے سمجھایا ہے کہ میں اپنی سیاست کی بنیاد خدمت خلق پر رکھوں تو میرے پاس ایک پلان ہے۔میں کوئی نئی سیاسی جماعت نہیں چاہتا بلکہ اسی نظام میں ہی رہ کر یہاں سے وہی سوچ دینی ہے جو پاکستان کی آواز ہے۔میرا مقصد حکومت حاصل کرنا نہیں ہوگا، بلکہ اس نظام کو رفاہی بنانا ہے عوام کے لئے، اور میرا رول ماڈل ہوگا حضرت عمر فاروقؓ کا نظام حکومت۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں دوسرے اصحاب کو فالو نہیں کروں گا، وہ بھی میرے پیش نظر ہیں۔''

''پلان کیا ہے۔'' انہوں نے پوچھا

''یہ کہ جب تک اچھے لوگ نہیں ہوں گے، نظام اچھا کیسے ہوگا؟ پہلے اچھے لوگوں کی ضرورت ہے۔مجھے تین سو تیرہ انسان تیار کرنے ہیں، مجھے پتہ ہے کہ اس میں وقت لگ سکتا ہے۔لیکن میں یہ کروں گا۔'' اس نے پرجوش لہجے میں کہا

''ہم سے کیا چاہو گے؟'' کرنل نے پوچھا

'' دیکھیں! ہم ایک چھوٹی سی جاب کے لئے پانچ دس سال کا تجربہ مانگتے ہیں، اور جن لوگوں نے ملک اور عوام کی قسمت کا فیصلہ

کرنا ہے، وہی ان پڑھ اور قانون سے بالاتر ہوں تو پھر سوائے تباہی کے اور کیا ہوگا؟'' اس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا پھر لمحہ بھر رک کر بولا،'' پورے پاکستان سے تین سو تیرہ لوگوں کو تربیت دینا ہوگی کہ سیاست کیسے کرتے ہیں۔ جنہوں نے اسمبلی میں جا کے قانون سازی کرنی ہے، انہیں قانون اور آئین پڑھانا ہے۔ انہیں بتانا ہے کہ انسانیت کیا ہوتی ہے۔ انہیں نظریہ پاکستان پوری طرح راسخ کروانا ہے۔ اور اس میں میری سرپرستی جمال صاحب کریں۔''

''تمہارا خیال تو اچھا ہے۔'' کرنل نے تعریف کی

''یہ سب آن لائین ہوگا۔ پاکستان کے ہر کونے سے یہ لوگ تربیت پائیں گے اور اس دوران وہ خدمت خلق سے سرشار ہو کر اپنی ساکھ بھی عوام میں بنائیں گے۔ اگر ان میں سے چند لوگ بھی اسمبلی میں آ گئے تو ہماری کوشش رنگ لے آئے گی۔'' اس نے بتایا

''ٹھیک ہے، تم اپنی کوشش کرو، ہم پوری طرح تمہارے ساتھ ہیں۔ دنیا بھر سے، جہاں سے کوئی اچھی شے ملتی ہے، اسے لاؤ، اور یہ کام شروع کرو، پھر جو ہوگا اسی کے مطابق فیصلہ ہوتا رہے گا۔'' میں نے اسے یقین دلایا تو کرنل سرفراز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے بعد کافی دیر تک ہم اس موضوع پر بات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کافی وقت ہو گیا۔

''ہم گھر سے کھانا کھانے کے لئے نکلے تھے۔'' خاموش بیٹھی مہوش نے ایک دم سے یاد دلایا تو ولید نے چونک کر کہا

''بات یہ نہیں کہ مجھے پتہ ہی نہیں چلا، میں نے آرڈر کیا ہوا تھا لیکن کرنل صاحب نے منع کر دیا، ویسے ابھی کہوں گا تو آ جائے گا۔'' اس نے بتایا تو کرنل مسکراتے ہوئے بولے

''اگر زیادہ بھوک ہے تو ابھی کچھ کر لیتے ہیں، ورنہ کم از کم ایک گھنٹہ آپ لوگوں کو مزید بھگتنا پڑے گا۔''

''وہ کیوں؟'' مہوش نے پوچھا

''یہ جمال کا ایک بہت ہی اہم مہمان آنے والا ہے، اسے ائیر پورٹ سے لینا ہے۔'' انہوں نے کہا تو میں چونک گیا۔ میں نے کرنل کی طرف دیکھ کر پوچھا

''بانیتا کور؟''

''جی، وہ کراچی سے اُڑ چکی ہے اور کچھ ہی دیر میں ائیر پورٹ پر ہوگی۔ تم لوگ اسے لے کر آؤ، میں تم لوگوں کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔'' انہوں نے کہا تو میرے اندر ایک دم سے سنسنی پھیل گئی۔ میں سوچنے لگا، کرنل کو میرے ہر اقدام کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔

ہم سبھی وہاں سے نکلے اور ائیر پورٹ کی جانب چل پڑے۔ ہمارے ساتھ ولید بھی تھا مگر وہ اپنی گاڑی میں آیا تھا۔ ابھی فلائیٹ آئی نہیں تھی۔ ہم وہیں ائیر پورٹ کی عمارت میں کھڑے باتیں کرنے لگے۔

جہاز آنے کے کچھ دیر بعد بانیتا کور پتلون کوٹ میں ملبوس، کسی بزنس وومین کی طرح ہمارے سامنے تھے۔ جیسے ہی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی، وہ کسی کی بھی پروا کئے بغیر سیدھی میری طرف آئی اور میرے گلے لگ گئی۔ میرے کان میں شرارت سے بولی

''یہ مان لیا کہ تو نے وعدہ پورا کیا، اب باقی باتیں بھی مان جاؤ۔''

''ابھی تو چل، باقی دیکھتے ہیں۔'' میں نے کہا تو وہ مجھ سے الگ ہوگئی۔ دوسروں سے ملنے کے بعد ہم ائیر پورٹ سے نکلے تو رستے ہی میں کرنل صاحب کا فون مل گیا۔ انہوں نے ہمیں مال روڈ پر موجود فورسٹار ہوٹل میں بلا لیا۔ وہاں بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا۔ میں، بانیتا اور کرنل ایک جانب کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ بانیتا بولی

''سر، میں نے آپ کا نام بہت سنا ہے، لیکن آپ سے کبھی ملی نہیں۔ آج میں نے آپ کو دیکھ بھی لیا اور مل بھی لیا۔'' اس کے لہجے میں بہت اشتیاق تھا۔

''چلیں، یہ قسمت میں تھا کہ تمہیں اس طرح آنا پڑا، اسی بہانے مل بھی لیا۔ ویسے میں تمہاری بہادری کی داد دیتا ہوں، تم ایک غیر معمولی لڑکی ہو۔'' کرنل صاحب نے اس کی تعریف کی تو وہ ایک دم سے آرزدہ ہوتے ہوئے میری طرف دیکھ کر بولی

''مجھے دنو درانا کا بہت دکھ ہے، وہ بے چارہ خواہ مخواہ مارا جائے گا۔ اس کا گوشت تو وہ کتوں کی طرح نوچ لیں گے۔ بہت برا ہوگا۔''

''اسے کچھ نہیں ہوگا۔'' میں نے کہا

''تم نے اس بات کا جواب مجھے تب بھی نہیں دیا تھا'' وہ کافی حد تک غصے اور شکوہ بھرے لہجے میں بولی

''دیکھو، جب وہ رامیش پانڈے کے لئے نکلا تھا تو دراصل وہ انتہائی قابل اور قابل اعتماد ساتھیوں نے ایک جگہ چھاپا مارنے کے لئے نکلا تھا۔ اس کے اردگرد اور کاغذوں میں یہی درج ہے لیکن وہ راستے میں ڈراپ ہو کر سہانی بلڈنگ کی طرف آ گیا۔ اپنا کام کر کے جیسے ہی وہ اس بلڈنگ سے نکلا، وہ چیف سیکورٹی گارڈ ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو گیا۔ تاکہ کوئی بندہ بھی گواہی دینے والا نہ رہے۔ دنو درانا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ کامیاب چھاپے کے بعد واپس اپنے آفس گیا اور اس وقت وہ اپنے گھر میں موجود ہے، کسی کو شک تک نہیں ہوا۔'' میں نے تفصیل بتائی تو اس کا چہرہ ایک دم سے کھل گیا۔

''یہ تو بہت ہی اچھا ہوا۔'' وہ پرجوش لہجے میں بولی

''کہو تو بات کرا دوں۔'' میں نے شوخی سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے بولی

''ویسے اتنا تو یقین ہے مجھے تم پر۔''

''آؤ کھانا کھاتے ہیں۔'' کرنل نے کہا اور اس گوشے کی جانب بڑھ گیا جہاں باقی لوگ موجود تھے۔

کھانے کے بعد جیسے ہی ہوٹل سے نکلے، کرنل نے مجھے کہا

''ان سب کو بھیج دو، میں اور تم ابھی کہیں جانے کے لئے نکلیں گے۔''

''اوکے۔'' میں نے کہا اور جنید کو بلا کر بانیتا کور کے ساتھ واپس چلے جانے کو کہا۔ ولید سمیت سب چلے گئے تو ہم ایک فوروہیل میں کسی نامعلوم مقام کی جانب چل پڑے۔

☆.....☆.....☆

پنجاب میں اور خاص طور پر سکھوں میں شادی بیاہ پر ایک خاص رسم ہوتی ہے، جسے "جاگو" کہا جاتا ہے۔اس میں نوجوان لڑکے لڑکیاں ساری رات جاگتے ہیں۔ایک لڑکی اپنے سر پر گاگر، مٹکا یا اس سے ملتا جلتا برتن سجا کر رکھتی ہے باقی لڑکیاں اس کے ساتھ لگ جاتی ہیں۔پھر لڑکوں کے ساتھ پورے گاؤں میں پھرتے ہیں۔جگہ جگہ ٹھہر کر گیت، ماہیے اور ٹپے گاتی ہیں۔رات بھر جاری رہنے والے اس شغل میلے میں رشتے ناطوں کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔اس رات اوگی پنڈ میں ایسی ہی ایک "جاگو" تھی۔جسپال سنگھ، ہرپریت کور اور انوجیت سنگھ تینوں پنڈ میں موجود تھے۔ان کے ہونے سے لڑکے لڑکیوں میں بڑا جوش بھر گیا تھا۔ہندو کمیونٹی کے بہت سارے لڑکے لڑکیاں بھی اس میں شامل ہوگئی تھیں۔شادی والا گھر اتنے امیر نہیں تھے۔ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنے امیر لوگ ان کے بیاہ میں آئیں گے اور ہرپریت چپکے سے ان کی ساری مدد کر دے گی۔وہ بہت ممنون تھے۔اس لئے انہیں بڑی اہمیت دے رہے تھے۔"جاگو" نکل کر دو تین گلیاں پار کر آئی تھی۔

وہ اوگی پنڈ کا ایک چوک تھا۔ اردگرد کے گھروں کی چھتوں پر لوگ چڑھے اس جاگو کو دیکھ رہے تھے۔بہت سارے لوگ اپنے گھروں سے نکل کر انہیں دیکھنے کے لئے وہیں موجود تھے۔گیتوں کے ساتھ باتوں کا شور تھا۔ایسے میں ایک گلی کی طرف سے ہوٹر بجنے کی آواز آنے لگی اور اگلے چند منٹوں میں ایک کھلی جیپ میں چند پولیس والے وہاں آ کر رک گئے۔ان کے ساتھ کچھ اور گاڑیاں بھی تھیں۔کھلی جیپ میں سے ایک سنگھ انسپکٹر باہر آ گیا۔اسے دیکھ کر سارے لوگ خاموش ہو چکے تھے۔اس لئے وہ اونچی آواز میں بولا

"جسپال سنگھ ڈھلوں، آگے آؤ۔"

اس پر جسپال نے ہرپریت اور انوجیت کو سکون سے رہنے کا کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر....." یہ کہہ کر اس کے سینے پر لگے بیج کو دیکھنے لگا جہاں اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

"تمہیں ہمارے ساتھ تھانے جانا ہوگا۔" اس نے بڑے بارعب لہجے میں کہا

"کیوں؟"

"یہ تو تمہیں وہیں جا کر بتائیں گے، چلو۔" اس نے آگے بڑھ کر اس کلائی پکڑنے کی کوشش کی تو جسپال اسے طرح دیتے ہوئے بولا

"تم مجھے ایسے نہیں لے جا سکتے ہو۔تم جاؤ، میں خود آ جاؤں گا، وہ بھی صبح، اب نہیں۔"

"یہ تم غلط کر رہے ہو، ہم تمہیں لینے آئیں ہیں۔" انسپکٹر نے رعب سے کہا

"میں بحث نہیں چاہتا انسپکٹر، جاؤ، صبح آؤں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے دیکھا، پولیس کے لوگ آہستہ آہستہ اس کے گرد گھیرا ڈال رہے تھے۔اسے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اسے لے جانے کے لئے ہی آئے ہیں۔

"تمہیں پروٹوکول کے ساتھ لے جانا ہے، چپ چاپ لے جانا ہوتا تو گھر سے اٹھا لیتا، میری بات سمجھ رہے ہو نا؟" اس بار انسپکٹر نے ڈھکے چھپے انداز میں یہ بات کہہ دی کہ وہ اسے ذلیل کر کے لے جانا چاہتا ہے۔

"میں تمہاری بات نہ صرف سمجھ گیا ہوں بلکہ اس کا جواب بھی میں نے سوچ لیا ہے۔تم جو چاہو سو کرو، میں تو صبح ہی آؤں گا۔اب

لے جانا ہے تو تمہاری مرضی۔'' جسپال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

''پکڑ لو اسے۔'' جیسے ہی انسپکٹر نے حکم دیا، پولیس کے لوگ آگے بڑھے، اسی لمحے جا گو میں موجود سارے لوگ آگے بڑھ آئے۔ ہر پریت ان سب سے آگے تھی۔

''تم اسے ہماری مرضی کے بغیر نہیں لے جا سکتے ہو۔ گولی چلانی ہے تو چلاؤ، اگر اسے لے گئے تو ہم بھی اس کے ساتھ ہی تھانے جائیں گے۔'' ہر پریت نے زوردار انداز میں کہا۔ انسپکٹر گھبرا گیا۔ پھر سب کی طرف دیکھ کر ایک دم سے بولا

''کوئی گاؤں کا بڑا اس کی ضمانت دے گا کہ یہ صبح آ جائے گا تھانے؟''

''میں کسی کی ضمانت نہیں دوں گا۔ اب تم جاؤ اور جا کر آرام کرو۔'' جسپال نے کہا

''تم اپنے لئے بہت ساری مشکلات بڑھا رہے ہو جسپال؟'' انسپکٹر نے غصے میں کہا

''میں پیدا ہی مشکلات میں ہوا ہوں۔ میرے جتنی مشکلات تجھے آ جائیں تو تم ویسی ہی مر جاؤ، اب جاؤ۔'' اس بار جسپال نے بھی غصے میں کہا تو وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا اور تیزی سے پلٹ کر واپس چلا گیا۔ اس کے ساتھ آئی ہوئی نفری بھی واپس چلی گئی۔ ایک دم سے خاموشی ٹوٹ گئی۔ لوگ باتیں کرنے لگے، جن کی کسی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ سمجھ تو جسپال کو بھی نہیں آ رہی تھی کہ یہ آخر ہوا کیا ہے؟

''بھول جاؤ کہ کوئی یہاں آیا تھا۔ تم لوگ انجوائے کرو۔'' انوجیت سنگھ نے سب کو کہا تو پھر سے وہ سب گیت گانے لگے مگر وہ پہلے والا جوش ختم ہو چکا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں ان لوگوں سے الگ ہو کر گلی کی نکڑ پر آ گئے تو ہر پریت نے تشویش سے پوچھا

''یہ کیا تھا جسپال؟''

''اس وقت تو مجھے نہیں پتہ، لیکن پتہ چل جائے گا۔'' وہ دھیرے سے بولا پھر ہر پریت کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولا، ''تم انجوائے کرو، ہم یہیں ہیں، کہیں نہیں جا رہے۔ ڈونٹ وری۔''

''میں اب کیا انجوائے کروں گی، تم چلو گھر، وہیں جا کر کسی سے بات کرتے ہیں۔'' وہ بھرائے ہوئے سے لہجے میں بولی

''کسی سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ابھی آدھے گھنٹے میں معاملہ صاف ہو جائے گا۔ تم جاؤ سب میں، پریشان نہ ہو میں دیکھ لیتا ہوں سب۔'' جسپال نے اسے کہا اور اپنا سیل فون نکال لیا۔ پھر انوجیت کی طرف دیکھ کر بولا، ''یار، تمہاری سمجھ میں کچھ آتا ہے؟''

''ہاں، میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ بس کنفرم کرنے کی دیر ہے۔'' اس نے سوچتے ہوئے کہا

''بات کیا ہے؟'' جسپال نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا

''بظاہر تو بات کوئی بھی نہیں ہے، اس وقت بھی میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی، لیکن اب سوچ رہا ہوں، وہ بات ٹھیک ہی لگتی ہے۔'' اسی نے پھر اسی لہجے ہی میں کہا تو جسپال نے کہا

''چلو وہی بات بتا دو، کچھ تو آئیڈیا ہو۔''

''چند دن پہلے میرے ہی ایک سنگھی دوست نے مجھے کہا تھا کہ یہ جو سردار ویر سنگھ کے دونوں منہ بولے بیٹے ہیں نا جوگندر سنگھ اور سریندر سنگھ، یہ ٹھیک نہیں ہیں۔ یہ اپنے باپ سے باہر باہر ہی کوئی کھچڑی پکا رہے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ کیسی کھچڑی ہے، اور کس کے خلاف ہے۔ چونکہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اس لئے میں نے تفصیلات نہیں پوچھیں۔'' انوجیت نے بتایا

''کیا تم اپنے اس دوست کو بلا سکتے ہو، یا میری اس سے فون پر بات کرا سکتے؟'' جسپال نے پوچھا

''میں کوشش کرتا ہوں۔'' اس نے کہا اور اپنا سیل فون نکال کر اسے کال کر دی۔ ساتھ ہی اسپیکر آن کر دیا۔

''ہاں انوجیت، کیا ہو گیا، اتنی رات کو۔'' اس نے کال رسیو کرتے کہا

''کیا تم اوگی پنڈ آ سکتے ہو اس وقت؟'' انوجیت نے پوچھا تو وہ تیزی سے بولا

''لگتا ہے، خیر نہیں ہے جو تم مجھے اس وقت بلا رہے ہو۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے کہا

''بات تو کچھ ایسی ہی ہے ویرے، اگر نہیں آ سکتے تو فون پر ہی بات کر لو۔'' انوجیت نے کہا

''نہیں، دس منٹ کا رستہ ہے، میں ابھی آ جاتا ہوں۔'' اس نے کہا تو انوجیت نے اسے اپنی لوکیشن بتا دی اس نے پہنچ جانے کو کہا۔

وہ وہیں کھڑے تھے۔ ''جاگو'' والے اگلی گلی میں جا چکے تھے۔ اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ اتنے میں وہ دوست اپنی بائیک پر وہاں ان کے پاس آ گیا۔ حال احوال اور پوری بات سننے کے بعد اس نے پورے یقین سے کہا

''میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ پولیس والے اس نے تم لوگوں پر چڑھائے ہیں، لیکن اب یہ پوری طرح واضح ہو گیا ہے کہ یہ کام ان دونوں بھائیوں کے سوا کسی کا نہیں ہے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔''

''تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟'' جسپال نے پوچھا تو وہ پورے اعتماد سے کہتا چلا گیا۔

''دیکھو جی، ہماری ان کے ساتھ کافی پرانی دشمنی چلتی آ رہی ہے۔ پہلے زمین کی لڑائی تھی، پھر سیاسی لڑائی درمیان میں آ گئی۔ اس لئے ہم ایک دوسرے کی سُن گُن ضرور رکھتے ہیں۔ میرا بھائی بشنام سنگھ اس وقت چندی گڑھ میں پڑھ رہا ہے۔ اپنے کالج میں سیاسی لیڈر ہے۔ اچھا گروپ ہے اس کا۔ اسمبلی ممبر اور وزیر امور نوجوان پرتاب سنگھ مجیٹھیا میرے بھائی لوگوں کی زبردست سپورٹ کرتا ہے، وہ ہماری حامی سیاسی پارٹی کا ہے اور وہ پارٹی ویر سنگھ کی سیاسی پارٹی کی زبردست مخالف ہے۔ اب قصہ یہ ہے کہ یہ دونوں بھائی، پچھلے مہینے سے، اس کے ساتھ کافی ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ اب وہ ان کے ساتھ بیوپار تھوڑا کریں گے۔ اس لیڈر نے میرے بھائی کو بتایا کہ یہ چونکہ تمہارے علاقے کے ہیں، اس لئے پتہ کرو کہ کہیں دھوکا دینے والی کوشش تو نہیں کر رہے۔ وہ اپنی پارٹی میں آنا چاہتے ہیں اور سیاسی مدد مانگ رہے ہیں۔''

''تو یہ ہے اس کا پس منظر؟'' جسپال نے پوچھا

''ظاہر ہے، ہم تو اپنے دھرم کی بات کریں گے۔ میرا بھائی میری نہیں مانتا۔ وہ جدید دور اور سیکولر پارٹی کی بات کرتا ہے۔ اب آ

پ دیکھ لیں، اگر تو آپ ان کی سیاسی راہ میں آتے ہیں، آپ کی وجہ سے انہیں نقصان ہوتا ہے تو ممکن ہے یہ کاروائی انہی کی طرف سے ہو۔ ممکن ہے نا بھی ہو۔ کوئی دوسرا وار کر رہا ہو۔" اس نے اپنا خیال ظاہر کیا

"تھینک یو، میں دیکھتا ہوں۔" جسپال نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا پھر چند قدم دور جا کر اس نے سردار رتن دیپ سنگھ کو امرتسر میں فون کر دیا۔ اس پارٹی کے سارے سوتے وہیں سے پھوٹتے تھے۔ وہ جاگ رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی جسپال کا نام سنا تو بہت خوش ہو کر بولا

"اوئے تو کہاں ٹپک پڑا اس وقت، خیر تو ہے نا۔ پر خیر کہاں ہوگی، جب تیرا فون آ گیا اس وقت۔"

تبھی اس نے انتہائی اختصار سے ساری بات بتا کر کہا۔ "سردار جی۔! میں اس وقت کم از کم اپنے پنڈ اوگی میں نہ تو لڑائی چاہتا ہوں اور نہ کوئی شور شرابا، میں نے یہاں سے ایم ایل اے کی سیٹ لینی ہے۔ مجھے صرف یہ پتہ کرنا ہے کہ یہ کام پرتاب سنگھ مجھیٹیا کا ہی ہے؟"

"پھر کیا کرو گے؟"

"پھر ظاہر ہے....." اس نے کہا چاہا تو رتن دیپ سنگھ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اب پولیس بھی کچھ نہیں کہتی اور پرتاب سنگھ مجیٹھیا تجھے ابھی فون کرتا ہے اور تجھے پوری بات بتا دے گا۔ وہ سچ ہوگی۔ باقی پھر دیکھ لینا، جو ہوگا مجھے بتانا اگر تم نے نہیں لڑنا، اگر لڑنا ہے تو مجھے کال مت کرنا، سمجھ گئے ہو نا۔"

"ٹھیک ہے سردار جی، جیسے آپ کہیں، یہ میں آپ کو بعد میں بتاتا ہوں۔" جسپال نے کہا تو انہوں نے فون بند کر دیا۔ پھر انوجیت کے پاس آ کھڑا ہوا، جواب بھی اپنے دوست کے ساتھ گپ لگا رہا تھا۔ جسپال کو دیکھتے ہی بولا

"بائی جی، اگر آپ کہیں تو ہم کوئی کوشش کریں، میں ملتا ہوں، انسپکٹر سے اور بات کرتے ہیں۔"

"تمہارا بہت شکریہ، باقی رہی انسپکٹر سے بات تو وہ کریں گے، اور پوری تسلی سے کریں گے۔" اس نے جواب دیا تو وہ اجازت لے کر وہاں سے چل دیا۔

تقریباً بیس منٹ گزرے ہوں گے۔ جسپال کا سیل فون بج اٹھا۔ ان نے کال رسیو کی تو دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا

"میں پرتاب سنگھ مجیٹھیا، آپ جسپال سنگھ جی ہی ہو نا اوگی پنڈ سے؟"

"ہاں جی سردار جی میں ہی ہوں۔" اس نے جواب دیا تو وہ ہنستے ہوئے بولا

"چلو، جیسے ہوئی، آپ سے آدھی ملاقات تو ہو ہی گئی۔ مجھے بتایا ہے ابھی سردار رتن سنگھ جی نے، آپ تو اپنے ہیں۔ بس مس انڈر سٹینڈنگ ہو گئی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا، لیکن یہ ہنسی کہیں سے بھی شرمندگی والی نہیں تھی، بلکہ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اس پر طنز کر رہا ہو۔

"یہ مس انڈر سٹینڈنگ ہوئی کیوں سردار جی؟"

"اب یہ باتیں فون پر تھوڑا کی جاتی ہیں۔ آپ خود سمجھ دار ہو۔ آؤ نا آپ چندی گڑھ میرے مہمان بنو، پھر باتیں ہوں گیں۔" اس نے اسی لہجے میں کہا

''بشنام سنگھ نے آپ سے کیا کہا؟'' اس نے پوچھا

''آں ہاں،'' اس نے اتنا کہا لمحہ بھر کو رُکا اور پھر بولا ''وہی جو آپ کے پورے علاقے کے لوگ کہتے ہیں۔ خیر اب چھوڑیں یہ سب۔ آپ ایک دو دن فرصت نکال کر آئیں۔ بات کرتے ہیں۔'' اس نے اپنی بات سمیٹتے ہوئے کہا۔ اس سے جسپال سنگھ کو ذرا بھی تجسس نہیں ہوا۔ اسے معلوم تھا کہ پورے علاقے میں اس کے بارے میں کیسی کیسی افواہیں سرگرم ہیں۔

''ٹھیک ہے سردار جی، میں ایک دو دن میں ملتا ہوں آپ سے، ہوتی ہے ملاقات۔'' اس نے کہا تو الوداعی باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔

اسے معاملہ سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس نے سب کچھ ذہن سے جھٹکا اور جاگو کی طرف بڑھ گیا جو اب اگلی گلی میں مڑ رہے تھے۔ راستے میں جاتے ہوئے اس نے انوجیت کو ساری بات بتا دی۔ وہ اس پر ہنس دیا۔ ہرپریت اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ تبھی اس نے جسپال کا قریب سے چہرہ دیکھا تو ہرپریت کے چہرے پر جو تناؤ تھا وہ ایک دم سے ختم ہو گیا اور وہ پرجوش انداز میں گیت گانے والوں کا ساتھ دینے لگی۔ جسپال کو خوشگوار حیرت نے گھیر لیا۔ کیا ہرپریت اسے اس قدر سمجھنے لگ گئی ہے۔ اس کے چہرے ہی سے اندازہ لگا لیتی ہے کہ اس کے من میں کیا ہے؟

☆.....☆.....☆

رات کا آخری پہر ختم ہو چکا تھا اور صبح کے آثار واضح ہو چکے تھے۔ ہم لاہور ہی کے مضافاتی مقام پر پہنچ چکے تھے۔ وہ ایک بڑا فارم ہاؤس تھا، جس میں ہر طرح کی سہولت میسر تھی۔ جیسے ہی ہم ہوٹل سے چلے تھے، تب میں نے اشفاق چوہدری کو اس فون پر صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا جو کہیں بھی ٹریس نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ انتہائی خاموشی سے اماں، تانی، سوہنی، سارا اور مراد کو لے کر نور نگر سے چل پڑا تھا۔ اس کے علاوہ کسی کو خبر نہیں تھی، وہ سب وہاں سے نکل گئے ہیں۔ اشفاق چوہدری نے فارم ہاؤس کے قریب آ کر اطلاع دی تو اسے وہاں سے لے آئے۔ جب سبھی ڈرائینگ روم میں بیٹھ گئے اور انہیں چائے سرو کر دی گئی تو اماں نے پوچھا

''پتر۔! یہ اچانک تو نے ہمیں یہاں کیوں بلا لیا؟''

اس سے پہلے کہ میں جواب دیتا، کرنل سرفراز بولے

''اماں جی، مجھے جمال سے زیادہ آپ کی حفاظت کا خیال ہے۔ بے شک رب تعالیٰ ہی انسانوں کی حفاظت کرنے والا ہے، وہی زندگی اور موت دینے والا ہے۔ لیکن ہمیں بھی تو اپنے تحفظ کی ہدایت کی گئی ہے۔''

''لیکن بیٹا، نور نگر میں بھی تو ٹھیک تھا، وہاں اتنی سیکورٹی.....'' اماں نے کہنا چاہا تو وہ بولے

''جتنی مرضی سیکورٹی ہو، اس میں سے دشمن راہ بنا لیتا ہے۔ جیسے کہ نور نگر ہی کے اطراف میں دشمن پہنچ چکا ہے۔ پہلے جمال کا اغوا ہوا، پھر انہوں نے اپنے دو بندے یہاں تک بھیج دیئے۔ اب بھی وہاں پر یقیناً کچھ ہو گا۔ وہ بعد کی بات ہے۔ اگر وہاں غفلت ہو جاتی تو؟''

''ٹھیک ہے بیٹا۔! جیسے تم لوگ بہتر سمجھو۔'' اماں نے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولے

''کیا آپ کو بتا دیا گیا ہے کہ تانی اور سارہ اپنے بیٹے کے ساتھ اب جا رہی ہیں؟''

''ہاں، مجھے بتایا ہے اشفاق نے۔ٹھیک ہے انہیں جانا چاہئے۔بہر حال میری خواہش تھی کہ تانی کی شادی میں اپنے ہاتھوں سے کرتی۔'' وہ تانی کی طرف دیکھ کر بولی

''اگر اللہ نے چاہا تو یہ بھی ہو جائے گا۔'' یہ کہہ کر انہوں نے تانی اور سارہ کی طرف دیکھ کر کہا،'' آپ تیار ہو جاؤ، ابھی کچھ دیر بعد تم دونوں کی فلائیٹ ہے۔تانی دوبئی میں ایک دن رک کر لندن جائے گی۔''

''او کے، میں تیار ہوں اور میرا خیال ہے کہ سارا نے بھی کوئی تیاری نہیں کرنی، ہمارے پاس کون سا سامان ہے۔ہم ابھی نکلنے کے لئے تیار ہیں۔'' تانی نے کہا

وہ سب باتیں کر رہے تھے اور میں درزیدہ نگاہوں سے سوہنی کو دیکھ رہا تھا۔وہ مسلسل میری جانب دیکھ رہی تھی۔ مجھے پورا یقین تھا کہ وہ مجھ سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتی ہے۔مگر یہ وقت نہیں تھا۔اس لئے نگاہیں نہیں ملا رہا تھا۔ مجھے اپنا پتہ تھا، سوہنی کی نظروں میں ایسا کچھ تھا کہ وہ مجھے پتھر کا بنا سکتی تھی۔میں اشفاق کے ساتھ اٹھ گیا، جو اسی وقت واپس جانے کو تیار تھا۔

سورج نے اپنی روشنی سے لاہور کو جگمگا دیا تھا۔ہم ائیر پورٹ پر تھے۔ان کے سفری کاغذات لئے ایک بندہ وہاں موجود تھا۔اس نے ساری کلیرنس کروا کر دی۔ پھر جیسے ہی جہاز اڑا، ہم پلٹ آئے۔کرنل سرفراز راستے ہی میں مجھ سے جدا ہو گئے اور میں سیدھا گھر جا پہنچا ، جہاں بانیتا کور میری منتظر تھی۔

وہ اوپر والی منزل پر میرے بیڈ روم میں تھی۔اس نے شارٹس کے ساتھ سلیولیس شرٹ پہنی ہوئی تھی۔عورت پن سے بھرپور بانیتا کور کی جوانی اپنا پورا اظہار کر رہی تھی۔ جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوا، اس نے بیڈ پر لیٹے لیٹے ہی بانہیں پھیلا دیں۔میں اس کے پاس جا بیٹھا تو اس نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔

''کتنی آرزو تھی کہ تجھے یوں اپنی بانہوں کے حصار میں لے کر زور سے بھینچ لوں۔'' وہ خمار آلود لہجے میں بولی

''اپنی آرزو پوری کرو اور بڑے شوق سے کرو۔میں نے کب روکا ہے۔'' میں نے کہا تو کچھ دیر تک میرے ساتھ جڑی رہی پھر خود ہی الگ ہو کر بولی

''مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہارے پاس ہوں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے، لیکن یہ کپڑے تو نے کہاں سے لے لئے؟'' میں نے اس کا ذہن بدلنے کے لئے پوچھا

''رات ہم کسی مارکیٹ میں گئے تھے۔مہوش نے بھی شاپنگ کی۔وہ بے چاری تم مردوں میں اکیلی پھنسی ہوئی ہے۔ایک لڑکی کی سو ضرورت ہوتی ہے۔اب وہ کیا کیا تم لوگوں کو بتائے۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں ہنستے ہوئے کہا

''اوہ۔!ویسے میرا دھیان اس طرف نہیں گیا تھا۔''میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا

''خیر،ایسا بھی نہیں،اس کی بہت ساری ضروریات زویا پوری کر دیتی ہے۔وہ اسے بہت کچھ کراچی سے بھجوا دیتی ہے۔''اس نے یونہی کہا تو میں نے پوچھا

''بانیتا۔!اب تم آئی ہو،کیا پروگرام ہے تمہارا؟''

''سارا وقت تمہارے ساتھ گذارنا چاہتی ہوں۔''اس نے خمار آلود لہجے میں کہا

''گرو استھانوں پر نہیں جاؤ گی؟''میں نے پوچھا

''ہاں ویسے جانا تو چاہئے۔''اس نے یوں کہا جیسے پہلے اس کے ذہن میں نہیں تھا۔

''ٹھیک ہے،میں کراچی سے زویا اور گیت کو بلاتا ہوں۔مہوش کو ساتھ لینا اور گھوم پھر آنا۔مجھے یہاں بہت ضروری کام ہیں،وہ ایک دو دن میں نمٹا لوں۔پھر ہم اکھٹے ہی وقت گذاریں گے،جہاں تک ہو سکا۔''میں نے کہا تو چند لمحے سوچتی رہی،پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ہم بیٹھے باتیں کرتے رہے،یہاں تک کہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔بانیتا کور نے جین شرٹ پہنی اور میرے ساتھ نیچے چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

دن کے دس بج چکے تھے۔جسپال سنگھ،انوجیت اور بلبیر سنگھ پنچ تینوں ہی اوگی پنڈ کی پولیس چوکی جا پہنچے۔تھانے میں انسپکٹر موجود تھا۔ان کی آمد کے بارے میں جیسے ہی اسے پتہ چلا،وہ اپنے آفس سے باہر نکل آیا۔انہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے آفس میں بٹھایا۔

''دیکھیں جی،ہم تو حکم کے پابند ہیں۔اوپر سے حکم ہوا کہ آپ کو گرفتار کر لیں،ہم گرفتار کرنے چل پڑے،اب حکم یہ ہے کہ آپ کی بات مانی جائے۔سو آپ حکم کریں،ہم تو ملازم ہیں۔''اس نے یوں ملائمت سے کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

''اصل دکھ تو یہی ہے نا کہ جو کام جس کا ہے وہ نہیں کر رہا،بلکہ عوامی اداروں کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے کے لئے دن بدن بگاڑ پیدا کیا جا رہا ہے۔اب دیکھو،ہمارے علاقے میں کتنا غیر قانونی نشہ فروخت ہو رہا ہے۔کئی ایسے دھندے ہیں۔جن سے آپ کی بھی جگاڑ لگتی ہے اور وہ بھی کھلم کھلا سب کر رہے ہیں۔رہ گئی بے چاری عوام،جس کے لئے یہ ادارے بنے ہیں،وہ تو گئی نا بھاڑ میں۔''جسپال نے بڑے دکھی لہجے میں کہا

''اور سر جی،یہ قصور بھی تو عوام ہی کا ہے نا،کیوں ایسے لوگوں کو چنتے ہیں جب عوام کے ہاتھ میں طاقت ہے تو وہ کیوں نہیں استعمال کرتے۔''انسپکٹر نے کہا

''اس میں بھی بڑی خرابیاں ہیں۔بات جہاں سے بھی چلے گی۔قانون کی حاکمیت پر آ کر رکے گی۔خیر۔!بتا سکتے ہو کہ یہاں سے میرے خلاف کون بندہ ہے؟''جسپال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا

''جی مجھ سے نہ ہی پوچھیں تو اچھا ہے۔وہ بھی زور آور ہیں اور آپ بھی۔میں تو یہی کہوں گا کہ مجھے اوپر سے حکم ملا اور انہوں نے

اس افواہوں کی بنیاد پر یہ معاملہ اٹھایا ہے کہ جو آپ کے بارے میں پورے علاقے میں مشہور ہیں۔'' اس نے تیزی سے کہا

''کیسی افواہیں؟'' جسپال نے پوچھا

''یہی کہ آپ دہشت گرد ہو۔ جو بھی آپ سے دشمنی لیتا ہے، وہ پھر زندہ نہیں رہتا۔ غیر ملکی ایجنٹ اور نجانے کیا کیا پھیلا ہوا ہے آپ کے بارے میں؟'' اس نے بے خوف انداز میں کہا تو بلبیر سنگھ پینچ بولا

''ارے انسپکٹر صاحب۔! جو بے چارہ اپنی حویلی دوبارہ ٹھیک نہیں کروا سکا۔ جو اپنے گاؤں میں ہی سکون سے نہیں رہ پا رہا، وہ کیا ہوگا۔ خیر۔! آئندہ کوئی ایسا معاملہ ہو تو پہلے مجھے بتاؤ۔ میں اس گاؤں کا پینچ ہوں، سمجھے۔ اب ہم چلتے ہیں۔''

''اوسرکار، چائے تو پی کر جائیں، بندہ گیا ہے لینے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا

''پھر کسی وقت سہی۔ بلکہ ہم آپ کو چائے پر بلائیں گے۔'' جسپال نے کہا اور باہر نکل گئے۔

جس وقت واپس جا رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ایک بار سردار ویر سنگھ جی سے ضرور بات کریں گے۔ کیونکہ اس سے بات کرنا ضروری تھا۔ وہ تینوں وہیں سے سیدھے اسی پاس چلے گئے۔ اس وقت وہ اپنی حویلی پر نہیں ڈیرے پر تھا۔ وہ انہیں دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔

''سردار جی۔! آپ بیٹھیں، آپ ہمارے لئے بڑے محترم ہیں، کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔'' جسپال نے آگے بڑھ کر انہیں کاندھوں سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا

''نہیں پتر، مجھے تو تیرے سامنے زمین پر بیٹھنا چاہئے، میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔'' سردار ویر سنگھ نے ان سے نگاہیں چراتے ہوئے کہا

''ایسا بھی کیا سردار ویر سنگھ، تو کیوں شرمندہ ہے۔'' بلبیر سنگھ پینچ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

''دیکھ، اس لڑکے نے مجھ پر بھروسہ کیا۔ میرے ساتھ چلا، مجھے خود کہا کہ اگر سیاست میں مجھے حق دیتا ہے، لیکن جوگندر اور سریندر نے اچھا نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں، انہوں نے کیا کیا ہے۔ میں نے بہت روکا انہیں۔'' اس نے بھیگے ہوئے لہجے میں کہا

''سردار وہ تیری مرضی کے خلاف کیسے چلے گئے۔'' بلبیر سنگھ پینچ نے اس سے پوچھا

''وہ میرے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں مر جاؤں اور وہ میری جائیداد کو آپس میں بانٹ لیں۔ لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔'' اس نے بہت دکھ سے کہا

''سردار ویر سنگھ اتنا دکھی نہ ہو، بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ ہوا کیا ہے؟'' بلبیر سنگھ پینچ نے پوچھا۔ وہ سب بیٹھ گئے تو سردار ویر سنگھ نے کہا

''وہ جوان ہو گئے ہیں۔ میرے منہ بولے بیٹے ہیں، میں نے کافی سے زیادہ جائیداد ان کے نام لگوا دی ہے۔ باقی بھی انہی کا

تھا۔وہ اس علاقے کی سیاست پر بھی قابض ہونا چاہتے ہیں۔ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ جسپال سنگھ یوں آجائے گا اور ان کے خوابوں پر پانی پھر جائے گا۔شاید انہوں نے یہ سوچا ہو کہ انوجیت سنگھ کی وہ بات نہیں بن سکے گی، جو وہ بنانا چاہ رہے ہیں، جو بھی ہے، میرا ان سے اختلاف ہوا ہے اس بات پر۔مگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اس علاقے میں زیادہ پہنچ ہے، وہ زیادہ رسائی رکھتے ہیں، ان کا ووٹ بنک زیادہ ہے۔سوان کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آئے ہیں۔میرا ان پر کوئی بس نہیں ہے۔'' وہ بھاری لہجے میں بولا اس پر جسپال سنگھ چند لمحے خاموش رہا پھر کہا

''آپ نے بات صاف کہی، آپ سے ہمیں کوئی گلہ نہیں۔لیکن کیا آپ انہیں پیغام دے سکتے ہیں میرا؟''

''بولو بیٹا۔!'' اس نے کہا

''یہی کہ وہ آج شام سے پہلے پہلے آکر معافی مانگ لیں اور کل صبح علاقے بھر کے بڑوں تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ الیکشن میں حصہ نہیں لیں گے، تو بات ختم ہو سکتی ہے، میں اسے بھول جاؤں گا۔ورنہ نہیں۔کیونکہ جب دو بھاگتے ہیں تو ان کے لئے میدان ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔'' جسپال نے گہری سنجیدگی سے کہا اور اٹھ گیا۔

''بیٹا بیٹھو تو سہی، ہم بات کرتے ہیں۔میں انہیں سمجھاتا ہوں۔کوئی صلح کی راہ نکالتے ہیں۔'' سردار دیر سنگھ نے کہا تو جسپال بولا

''آپ سے تو اب تعلق رہے گا، یہ ہم چاہیں گے، وہ دونوں ہم سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں تو جو میں نے کہا ہے، وہی کریں، باقی میں خود دیکھ لوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ کوئی سنے بنا باہر کی طرف چل پڑا۔بلبیر سنگھ پینچ اور انوجیت بھی اس کے ساتھ چلتے ہوئے گاڑی میں آبیٹھے۔ان کے ڈیرے سے نکل کر جب وہ اوگی پنڈ کی طرف جانے کے لئے سڑک پر چڑھے تو ساتھ بیٹھے ہوئے بلبیر سنگھ نے پوچھا

''جسپال، تو نے بہت سخت بات کر دی۔وہ دونوں یہ کبھی نہیں چاہیں گے۔وہ تو بڑا دکھی تھا۔''

''نہیں پینچ صاحب ایسا نہیں ہے، وہ دیر سنگھ بھی ڈرامہ کر رہا ہے۔اس کا یہ لہجہ اور انداز اب صرف ان دونوں کو بچانے کے لئے ہے۔کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ دونوں اس دیر سنگھ کی مخالفت میں ایک قدم بھی اٹھا سکیں۔ان سب کی ملی بھگت ہے۔'' جسپال نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے سڑک پر دیکھتے ہوئے کہا

''تمہیں یہ کیسے احساس ہوا؟'' بلبیر سنگھ نے پوچھا

''اس نے جو باتیں کی یں، ان پر غور کریں۔وہ اپنے دکھ نہیں سنا رہا تھا، ان دونوں کی صفائی دے رہا تھا۔اس نے بالکل ویسا ہی کیا ہے جو میں نے رات بشنام سنگھ سے باتیں کر کے سوچا تھا۔'' اس نے جواب دیا

''تم بشنام سنگھ سے ملے تھے؟'' انوجیت نے پوچھا

''ہاں۔! میں اور ہرپریت، وہیں سے، شادی والے گھر ہی سے بشنام سنگھ کے گھر چلے گئے تھے۔میں نے بڑی تفصیل سے بات کی ہے اس کے ساتھ۔یہ دیر سنگھ دوہری چال چل رہا ہے۔'' جسپال نے کہا

''بہت دکھ ہوا یہ سن کر۔'' بلبیر سنگھ نے تاسف بھرے لہجے میں کہا

''دکھ تو اس بات کا پہنچ صاحب کہ یہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ نہیں دے رہے ہیں، بلکہ یہ دھرم کے ساتھ بھی کھلواڑ کر رہے ہیں۔ نام دھرم کا لیتے ہیں لیکن قوت اپنے لئے حاصل کرتے ہیں۔ میں نے پورے علاقے میں اس کا زیادہ دھرم کو ماننے والا چنا تھا، مگر وہ کچھ اور ہی نکلا۔ خیر، اب دیکھتا ہوں یہ کرتے کیا ہیں۔'' جسپال نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ ان کے درمیان شاید مزید بات چلتی، تاہم اسی لمحے ہرپریت کی کال آ گئی۔ انکے گھر کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ ان میں خاموشی پھیل گئی تھی۔ یہ خاموشی اوگی پنڈ تک ایسے ہی رہی۔ وہ بلبیر سنگھ کو اس کے گھر اتار کر واپس چل پڑے۔ جسپال سنگھ خود پر بہت حد تک قابو پا چکا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اب سے کھیلے گا۔

وہ گھر پہنچے تو ان کے لان میں بشنام سنگھ کے ساتھ تین افراد مزید بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ گاڑی پورچ میں روکنے کے بعد انہی کی جانب بڑھ گئے۔ اس کی آمد پر وہ چاروں ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

''ست سری اکال جی۔'' اس نے فتح بلائی تو سب نے بھی ایسے ہی فتح بلا دی تو اس نے کہا، ''جی بیٹھیں، تشریف رکھیں۔''

وہ سب بیٹھ گئے تو بشنام سنگھ نے مسکراتے ہوئے ان کا تعارف کرایا۔ ان میں سے ایک جالندھر کا وکیل تھا، اور دو نکودر سے کاروباری تھے۔ ان تینوں کا تعلق اسی پارٹی سے تھا جس کا بشنام سنگھ ممبر تھا اور پرتاب سنگھ مجھیڑیا اس پارٹی کا وزیر تھا۔ وہ خیر سگالی کے طور پر اس کے پاس آئے تھے۔ جسپال کو معلوم تھا کہ وہ کس کے کہنے پر آئے ہیں۔ پھر بھی ان کی خاصی آؤ بھگت کی گئی۔ وہ دیر تک ان کے ساتھ بیٹھا گپ شپ لگاتا رہا، یہاں تک کہ وہ اپنی تمام تر نیک تمناؤں کا اظہار کر کے چلے گئے۔ انہوں نے اس پر خاصا زور دیا تھا کہ وہ ایک بار چندی گڑھ ضرور جائے۔ اس نے بشنام سنگھ سے طے کر لیا کہ آج کل میں ضرور جاتے ہیں۔

جسپال اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ فریش ہوا اور ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ ان تازہ حالات پر سوچنے لگا تھا۔ کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایسے میں ہرپریت کمرے میں آ گئی، اس نے غور سے جسپال کو دیکھا اور مصنوعی حیرت سے بولی

''یہ کیا، ابھی تو اچھے بھلے تھے تم؟''

اس پر جسپال نے اسے دیکھا اور پھر اسی طرح مسکراتے ہوئے بولا

''تمہیں سوچ رہا تھا، اور ظاہر ہے تم ایسی شے ہو، جو بندے کو پاگل کر دے۔ رات کی تم تو میرے حواسوں پر چھا گئی ہو۔''

''اچھا، رات سے حواسوں پر چھائی ہوئی ہوں، پہلے کہاں پر چھائی ہوئی تھی؟'' اس نے شوخی سے پوچھتے ہوئے دوسری کرسی قریب کی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''پہلے صرف دماغ پر۔'' اس نے ہنستے ہوئے کہا

''مطلب میں تمہارے دل میں نہیں ہوں۔'' وہ حسرت آمیز لہجے میں بولی تو فضا ایک دم سے سوگوار سی ہو گئی۔ چند لمحے وہ خاموش رہی اور پھر تیزی سے اٹھ کر چلی گئی۔ جسپال اسے حیرت سے دیکھنے لگا کہ یہ تو اچھی بھلی تھی اسے کیا ہوا؟ پھر یہی سوچ کر بیٹھا رہا کہ یہ بھی اس کی کوئی ادا ہی ہو گی۔ خود ہی مان جائے گی۔

☆.....☆.....☆

اس شام گھر میں میلہ لگا ہوا تھا۔ کراچی سے سبھی آ گئے ہوئے تھے۔ بانیتا کوران کے درمیان بیٹھی باتیں ہی کرتی چلی جا رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی ٹی وی ڈرامہ کی کسی ایکٹریس سے بات کر رہے تھے۔ ظاہر ہے انہوں نے اسے اسکرین ہی پر دیکھا تھا، وہ بھی مدہم مدہم۔ آج وہ ان کے درمیان تھی۔ میں نے یہی بات کہی تو سلمان نے ہنستے ہوئے کہا

''یہ تم نے ٹھیک کہا، بانیتا کو اگر چہرے سے دیکھو تو یہ انڈین اداکارہ لگتی ہے، اس کے بعد گردن سے نیچے آؤ تو بے داج والی .....'' اس نے کہنا چاہا تو بانیتا کور نے خوشگوار انداز میں چیختے ہوئے کہا

''خبردار۔! آگے کچھ بولے تو۔''

اس پر سبھی ہنس دیئے تھے۔

''کاش ہمارے ساتھ آج اروند سنگھ، رونیت کور اور گرلین کور ہوتیں، مزہ آ جاتا۔'' نہیم نے کہا

''وہ کینیڈا میں ہیں، آنے میں وقت لگے گا۔ اب انہی سے گذارا کرو۔'' گیت نے ہنستے ہوئے کہا۔ اسی دوران ولید کی کال آنے لگی۔ میں نے اسے کاٹ کر سب کو متوجہ کرتے ہوئے کہا

''ہمارا ایک نیا دوست ہے، ولید احمد۔ اس نے آپ سب کے لئے ڈنر کا اہتمام کیا ہے، اپنے گھر میں۔ کیا سب لوگ چلنے کے لئے تیار ہو؟''

''جمال بھائی، وہ تو اس کا چھوٹا سا گھر ہے، وہاں کوئی ایسا ہے نہیں کہ اتنے لوگوں کا بندوبست کرے گا۔ کھانا باہر ہی سے آئے گا تو کیوں نا کسی ہوٹل ہی میں.....'' مہوش نے شرارت سے کہتے ہوئے باقی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''نہیں، ہم ماڈل ٹاؤن کے ایک گھر میں جا رہے ہیں۔'' میں نے بتایا

''یہ مہوش اسی لئے موٹی ہے کہ اسے کھانے کا بڑا چسکا ہے، بہت کھاتی ہے۔'' زویا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا

''لیکن تم سے زیادہ فٹ ہوں چھپکلی، کبھی دوڑ لگانا میرے ساتھ۔''

''یہ بندوبست بھی میں نے کر دیا ہے۔ چلو، وہاں تم لوگوں کے لئے سرپرائز ہے۔'' میں نے کہا اور باہر نکل گیا۔ میں نے ولید کے نمبر ملائے اور اسے کال کر دی۔ وہ آنے ہی کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

ایک گھنٹے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ وہ چار کنال کا ایک بڑا سا بنگلہ تھا۔ پورچ کے پاس میں دروازے پر ولید کے ساتھ کرنل صاحب کھڑے تھے۔ ان سے مل کر ہم ڈرائینگ روم میں آ گئے۔

''یہاں کیا سرپرائز ہے؟'' مہوش نے پوچھا

''بیٹا۔! یہ ہے گیت کا پروڈکشن ہاؤس۔ نیچے بیسمنٹ میں آپ بیٹھیں گے اور اپنا کام کریں گے۔ یہاں آپ کا آفس ہوگا۔ گیت اپنے سٹاف کے ساتھ لوگوں سے ملاقات کرے گی۔ اور اوپر سب کی رہائش ہوگی۔ اور یہ سیکورٹی کے حساب سے بھی محفوظ بنایا گیا ہے۔''

''اور باہر لان، جہاں میں نے زویا کے ساتھ دوڑ لگایا کرتی ہے۔'' مہوش نے کہا تو سبھی ہنس دیئے۔

''یہ بعد میں بھی ہوسکتا تھا۔ لیکن آج بانیتا کور ہمارے ساتھ ہے، تو اس کے اعزاز میں ایک چھوٹی سی پارٹی میری طرف سے، آؤ۔'' کرنل نے کہا اور چل پڑا۔ تبھی بانیتا کور نے مجھے کاندھے سے پکڑا اور پھر گلوگیر سی آواز میں متاثر کن لہجے میں بولی

''یار، تم سب کیسے ہو، ایک پریوار کی طرح۔ کتنا پیار ہے اور کتنی محبت، دل کرتا ہے یہیں رہ جاؤں۔''

''تو رہ جاؤ، روکا کس نے ہے؟'' میں نے کہا تو ایک دم سے وہ اپنی آئی پر آ گئی۔ اس نے آنکھ مارتے ہوئے کہا

''تم وعدہ کرو، تو یہیں رک جاتی ہوں۔''

''باہر ہمارا انتظار ہو رہا ہے۔'' میں کہا اور قدم بڑھا دیئے تو وہ بڑبڑاتے ہوئے بولی

''ڈرپوک۔''

بڑے سارے لان میں یوں اہتمام تھا جیسے کسی کی تقریب ہو۔ کینڈل لائیٹ ڈنر جیسا ماحول بنایا ہوا تھا۔ ہنسی مذاق میں ڈنر کیا۔ پھر واپس ڈرائنگ روم میں آ کر بہت ساری باتیں طے ہونے لگیں۔ وہیں سے صبح انہوں نے بانیتا کو سیر کروانے نکلنا تھا۔ سو میں ان کے پاس سے نکلا اور فارم ہاؤس کی طرف چل دیا۔

رات کا دوسرا پہر ختم ہونے کا تھا، جب میں وہاں پہنچا۔ وہاں کی خادمہ نے مجھے میرے لئے مخصوص کمرے میں پہنچا دیا۔

''کچھ لیں گے آپ؟'' اس نے پوچھا

''نہیں، لیکن اماں؟'' میں نے کہا

''وہ تو اب سو گئیں ہوں گی اور سونی بی بی بھی انہی کے ساتھ ہیں۔'' خادمہ نے ہولے سے کہا

''نہیں، میں ابھی نہیں سوئی۔ تم جاؤ۔'' دروازے سونی کھڑی تھی۔ اس نے ہلکے سبز رنگ کا شلوار سوٹ پہنا ہوا تھا اور سیاہ حجاب میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ خادمہ خاموشی سے چلی گئی۔ میں یوں کھڑا ہو گیا، جیسے اس کے ٹرانس میں آ گیا ہوں۔

''آؤ۔'' میں نے ہولے سے کہا

''اماں تمہارے انتظار میں جاگ رہی ہیں۔ انکے پاس چلو، میں آتی ہوں۔'' سونی نے کہا تو میں باہر کی جانب چل پڑا۔ وہ مجھے کمرے کے سامنے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں اندر داخل ہوا تو اماں بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ میں نے جاتے ہی ان کے پاؤں چومے اور پھر ان کے ساتھ یوں لپٹ گیا جیسے کوئی سہما ہوا بچہ اپنی ماں سے لپٹ جاتا ہے۔ وہ مجھے ہولے ہولے تھپکنے لگیں۔

''اماں، تم جاگ رہی تھی۔'' میں یونہی پوچھا

''مجھے پتہ تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔'' انہوں نے انتہائی شفقت سے کہا

''میں تو کل بھی جانا نہیں.....'' میں نے کہنا چاہا تو وہ بولیں

''بیٹا۔! تم جس راہ پر ہو، اور جس مقام پر ہو، تمہارا کبھی کبھی مل لینا ہی بہت ہے۔'' یہ کہہ کر انہوں بات بدلتے ہوئے کہا، ''ابھی تانی کا فون آیا تھا۔ وہ لوگ پہنچ چکے ہیں، آرام کر کے مارکیٹ سے اپنے لئے شاپنگ بھی کر آئے ہیں۔ سارا بہت خوش تھی اور شعیب بھی او مراد تو بہت زیادہ ہی خوش ہے اسے ماں اور باپ مل گئے ہیں۔''

اتنے میں سوہنی چائے لے کر آ گئی۔ اس نے ٹرے بیڈ پر ہی رکھا اور بیڈ پر ہی آلتی پالتی مارتے ہوئے بولی

''لیکن، ایک بات ہے۔ تانی یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ بہت بدل گئی تھی۔''

''کیوں کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا

''اسے یہاں گھر اور ایک خاندان مل گیا تھا۔ وہاں جا کر وہ پھر سے اکیلی ہو جائے گی۔ میں جانتی ہوں کہ سیکورٹی کے علاوہ تم لوگوں نے اس سے بڑے کام لینے ہیں۔ اس لئے وہ بھی نہیں بول سکی۔'' سوہنی نے کہا

''یہ تو ہے، خیر اسے چھوڑو، اپنی باتیں کرو۔'' میں نے کہا، کیونکہ اس کی باتوں کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ ہم چائے پیتے رہے اور یونہی نور نگر کی باتیں کرتے رہے۔ میں انہیں یقین دلاتا رہا کہ بہت جلد وہ واپس نور نگر چلے جائیں گے۔ چائے پی لینے کے بعد سوہنی نے کہا

''اب اماں کو سونے دو۔'' دوسرے لفظوں میں اس نے یہی کہا کہ آؤ میں نے تم سے باتیں کرنی ہیں۔ میں اٹھ کر اپنی کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

اس رات سوہنی سے بہت باتیں ہوئیں۔ مجھے لگا وہ اپنی ذات کے حصار سے نکل آئی تھی۔ اس نے پوری تفصیل سے سارے حالات کے بارے میں باتیں کیں۔ نور نگر میں اس نے لوگوں کے لئے کیا کچھ کیا۔ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ اس کے خواب کیا ہیں، یہ سب اس نے مجھے بتایا۔ میں سنتا رہا اور وہ کہتی رہی۔ وہ جو بات مجھے پوچھنی وہ میں اسے بتا دیتا۔ یہاں تک کہ رات کا تیسرا پہر شروع ہوا تو اُٹھ گئی۔

میں مزید دو دن تک فارم ہاؤس پر رہا۔ اس دوران باہر رابطہ رہا۔ وہ سبھی بانیتا کور کے ساتھ سیر سپاٹے کے لئے نکل گئے ہوئے تھے۔ وہ خوش تھے۔ ولید اپنے آبائی شہر چلا گیا ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جو اس کے ذہن میں ہے، وہ سب کاغذ پر اُتارے گا۔ تبھی سارے اس پر بات سکیں گے۔ تیسرے دن کی شام میں سوہنی کے گھر چلا گیا۔ اس شام میں اس گھر میں تنہا تھا۔

بہت عرصے بعد مجھے تنہائی ملی تھی اور اس تنہائی میں مجھے لگا کہ یہ تنہائی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اپنے آپ سے ملنے اور اپنے بارے میں سوچنے سے کیا کچھ سامنے آتا ہے۔ عقل اور دل کے درمیان بیٹھ کر ان کی بحث میں کیا کچھ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ایک الگ دنیا ہے۔

☆.....☆.....☆

جسپال اور ہرپریت، چندی گڑھ ائیر پورٹ سے نکل کر باہر آ چکے تھے۔ وہ کل سے صبح تک امرتسر میں رتن دیپ سنگھ کے پاس تھے۔ اس نے انہیں بڑا مان دیا تھا۔ خاص طور پر ہرپریت کو اس نے بہت عزت دی۔ گذشتہ رات وہ پارٹی کے چند عہدیداروں سے بھی

ملے۔انہوں نے اپنے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ پرتاب سنگھ مجیٹھیا ان کا منتظر تھا۔اس نے گاڑی بھیج دی تھی جو انہیں لے کر اس کے گھر کی جانب روانہ ہوگئی۔

وہ ڈرائنگ روم ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔انہیں دیکھ کر کھڑا ہوگیا اور بڑے تپاک سے ملا۔پھر صوفوں آمنے سامنے بیٹھتے ہوئے پرتاب سنگھ مجھیٹیا نے کہا

''آپ کے بارے میں سُن سُن کر بڑا ہی اشتیاق ہوگیا تھا کہ آپ سے ملا جائے۔آج آپ سے مل لیا تو بہت خوشی ہورہی ہے۔''

''جی،اگر وہ دونوں ہمیں دھوکا نہ دیتے تو شاید ہم اب تک آپ سے مل ہی نہ پاتے۔''جسپال بولا

''یہ سیاست میں چلتا ہے۔سیاست میں آنے کا مطلب ہے اپنے دشمنوں میں اضافہ کرنا۔جن کے بارے میں گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ دشمن ہوسکتے ہیں،یا وہ ہمارے دوست ہیں،وہی سازش کررہے ہوتے ہیں۔یہ کرسی،یہ عہدہ بڑی ظالم چیز ہے جسپال سنگھ جی۔''

''لیکن اگر اسی عہدے اور کرسی کا درست استعمال کیا جائے تو کیا دوستوں میں اضافہ ممکن نہیں ہے؟''اس نے پوچھا

''اصل میں سارا نظام کرپٹ ہوچکا ہے۔ہر بندہ صرف اپنے فائدے کے لئے سوچتا ہے۔اسے دوسرے سے غرض نہیں ہے۔آپ نے دھرم کے لئے سب کچھ تج دیا ہے،میں جانتا ہوں،لیکن اپنوں ہی نے اپنی سکھ قوم نے اپنے ہی دھرم کے ساتھ کیا کھلواڑ کیا ہے،آپ اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے ہو۔اگر ایک سکھ کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے نا کہ وہ خوددار ہے سچا ہے۔تو میں ایسے سکھوں کو بھی جانتا ہوں جو دھرم کے نام پر اپنا آپ کیا،اپنے دھرم کو بھی بیچ رہے ہیں۔''اس نے دکھے ہوئے لہجے میں کہا

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔نشے کی لہر سے جو سکھ قوم ختم ہورہی ہے۔ان کے ہاتھ سے ہتھیار پھنکوا دیا گیا ہے تو یہ صرف غیروں کی سازش نہیں،اس میں اپنے بھی پوری طرح ملوث ہیں۔بکاؤ مال ہر قوم میں ہوتے ہیں۔''جسپال بھی کافی حد تک دکھی ہوگیا

''اب وقت آگیا ہے کہ انہی میں سے ایسے لوگ پیدا کئے جائیں جو نظام کو ٹھیک کریں،اب وقت جوش کا نہیں ہوش کا ہے۔دھرم کے نام پر سیاست کرنے والے منافقوں کو نکال باہر کرنا ہے۔اس لئے آپ کی سیاست میں آمد ایک اچھا شگون ہے۔''پرتاب سنگھ مجھیٹیا نے کہا

''مجھے امید ہے کہ میرا بھائی انوجیت سنگھ سیاست میں ایک اچھا اضافہ ہوگا۔''جسپال نے اسے یقین دہانی کرائی۔کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد انہیں اس گیسٹ ہاؤس میں بھیج دیا جہاں اس کے وی وی آئی پی مہمان ٹھہرتے تھے۔

گیسٹ ہاؤس ہی میں پرتکلف ڈنر پر پارٹی کے دو عہدیدار بھی تھے۔کھانے کے دوران بہت ساری باتیں ہوتی رہیں۔وہ ان کے علاقے کے بارے میں زیادہ جانتے تھے۔علاقے میں کون لوگ زیادہ اہم ہیں۔ان کے بارے میں اسے اچھی طرح بریف کیا گیا۔رات گئے تک انہوں نے ایک بھرپور میٹنگ کے بعد انہیں یہ اطمینان دلایا کہ الیکشن میں ٹکٹ انہیں ہی ملے گا،اگر وہ علاقے میں اپنا اثر و رسوخ بنانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو۔جسپال سمجھ گیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔انہوں نے اسی رات واپس آنا تھا۔ پرتاب سنگھ مجھیٹیا نے انہیں چند دن رکنے کا کہا لیکن جسپال ہی نے یہ عندیہ دیا کہ وہ اب دوبارہ آئے گا تو پورے پروٹوکول کے ساتھ ہی چندی گڑھ میں داخل

ہوگا۔اسی رات کے آخری پہر وہ واپس امرتسر کے لئے روانہ ہوگئے۔

دوپہر ڈھل چکی تھی، جس وقت جسپال اور ہرپریت واپس اوگی پنڈ پہنچے۔انوجیت کو ان کی چندی گڑھ یاترا بارے ساتھ ساتھ معلوم ہوتا چلا گیا تھا۔اس وقت وہ نکودر میں تھا۔وہ جیسے ہی آئے اس کا فون آگیا کہ میں آرہا ہوں، اس دوران اگر کوئی بات کرنے کے لئے آجائے تو اسے ٹال دیا جائے۔اس وقت وہ ڈرائینگ میں کلجیت کور کے ساتھ بیٹھے تھے اور بھوتی ان کے سامنے چائے رکھ گئی تھی۔ہرپریت نے صوفے پر آلتی پالتی ماری اور چائے کا مگ ہاتھ میں لے کر پوچھا

''یہ بات اس نے کیوں کہی؟''

''یہ تو وہ آکر ہی بتا سکتا ہے۔''جسپال نے کہا

''نہیں، وہ ٹھیک کہہ رہا ہے، تم دونوں بتا کر تو نہیں گئے تھے، لیکن یہاں لوگوں کو تمہارے چندی گڑھ جانے کے بارے میں معلوم ہوگیا تھا۔''کلجیت کور نے کہا

''تو پھر.....!''ہرپریت نے سمجھنے والے انداز میں اپنی ماں کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا

''مطلب، جن لوگوں کو دلچسپی تھی، انہوں نے پوری خبر رکھی کہ وہاں چندی گڑھ میں کیا ہوا؟''کلجیت کور نے کہا تو جسپال سمجھ گیا۔ اس لئے دھیرے سے بولا

''آپ کے من میں کوئی بات ہے تو بتائیں؟''

وہ چند لمحے خاموش رہی، پھر ہولے سے بولی

''آج صبح سردار ویر سنگھ جی کا فون آیا تھا۔کہہ رہا تھا کہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔میں نے کہا شام کو آجاؤ۔کہنے لگا کہ میں فون کر کے آؤں گا۔''کلجیت کور نے کہا

''اور اب تک اس کا فون نہیں آیا ہوگا۔''جسپال نے پوچھا تو کلجیت کور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''لگتا ہے نکودر میں کوئی ایسی ہی بات ہوگی۔''ہرپریت نے کہا تو جسپال بولا

''وہ آجائے گا تو بتا دے گا، پہلے سر کھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''ٹھیک بات ہے، جاؤ پتر، جا کر آرام، کرو، اتنا سفر کر کے آیا ہے۔''کلجیت کور نے کہا تو جسپال اُٹھ کر چل دیا۔اس وقت وہ خود تھوڑا سکون چاہتا تھا۔

ڈنر کے لئے جب وہ سارے اکٹھے ہوئے تو انوجیت نے بتایا۔

''ویر سنگھ آج نکودر میں تھا۔وہیں اس نے اپنی پارٹی کے لوگوں کے ساتھ کافی وقت گذرا۔مجھے شاید اس کے بارے میں پتہ نہ چلتا، اگر میری اس کے ساتھ ملاقات نہ کروادی گئی ہوتی۔''

''ملاقات کروائی گئی، مطلب؟'' جسپال نے پوچھا

''مجھے آج پارٹی کے لوگوں نے بلایا تھا۔ وہ یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ کیا میں نے ودھان سبھا کا الیکشن لڑنا چاہتا ہوں اور اس معاملے میں پوری طرح سنجیدہ ہوں۔'' اس نے کہا تو جسپال نے سکون سے پوچھا

''تو پھر تم نے کیا کہا؟''

''وہی جو ہم فیصلہ کر چکے ہیں۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ میں نے الیکشن لڑنا ہے۔ اور یہ میرا فیصلہ کیوں ہے، یہ بھی بتا دیا کہ سردار ویر سنگھ نے یہ فیصلہ دیا تھا۔ پھر پارٹی کے لوگوں کے ساتھ ہم بیٹھے اور سردار نے یہ بات مانی، اور جو بقول ان کے غلط فہمی ہوئی، وہ بھی مان لی۔'' اس نے تفصیل سے کہا تو جسپال بولا

''مطلب تم بات ختم کر آئے ہو نا؟''

''ظاہر، پھر بات ختم ہی کرنا تھی۔'' انوجیت نے کہا

''کیا تمہارا دل مانتا ہے کہ وہ اب وہ خاموش رہیں گے۔ ہماری حمایت یا مخالفت کچھ بھی نہیں کریں گے۔'' اس نے سوال کیا

''لگتا نہیں ہے، اس وقت تو وہ وقت کو سنبھال گئے ہیں۔ انہیں شاید یہ امید نہیں تھی کہ تمہاری اس قدر پارٹی میں بات ہو گی، اور.....'' انوجیت نے کہنا چاہا، لیکن جسپال اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا

''آئندہ بھی ان پر بھروسہ مت کرنا۔ دوست اور دشمن کی پہچان کرنا سیکھ لو۔ ورنہ اس کی بڑی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ تمہارے پاس صرف ایک پیمانہ ہونا چاہئے یہ دیکھنے کے لئے کہ منافق کون ہے؟ جس وقت تم منافق کو سمجھ جاؤ گے، دوست دشمن کی پہچان بھی آ جائے گی۔ اب اس موضوع پر چاہئے بات نہ ہو، مگر اس سے بہت زیادہ محتاط رہنا۔ اب جبکہ تم سیاست کے میدان میں قدم رکھنے جا رہے ہو۔ قدم قدم پر امتحان ہو گا۔ منافق کو پہچاں رکھنے والا ان امتحانوں سے آسانی کے ساتھ گذر جاتا ہے۔''

''ٹھیک ہے، میں یہ یاد رکھوں گا۔'' انوجیت نے گہری سنجیدگی سے کہا تو جسپال اسے سمجھانے لگا کہ اب آگے کیسے چلنا ہے۔ ڈنر کے بعد انوجیت باہر نکل گیا۔ جسپال اپنے کمرے میں آ گیا تو پیچھے ہی ہرپریت آ گئی۔ پھر وہ تھے اور ان کی باتیں تھیں۔

☆.....☆.....☆

برف میں جمے ہوئے سانپ میں اگر حرکت نہیں ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں زہر ختم ہو گیا ہے۔ یہ ایک بہت پرانی کہانی ہے، لیکن یہ کہانی آج بھی اسی طرح تازہ ہے، جس طرح یہ تب تھی، جب یہ کہیں کسی نے سنائی تھی۔ دشمن وقتی طور پر اگر جمے ہوئے سانپ کی طرح ہو جائے تو اس میں سے زہر نکل نہیں جاتا۔ زہر ویسا ہی رہتا ہے۔

نورنگر میں جوگی رام لعل اور ملنگ کی موجودگی یہ ظاہر کر چکی تھی کہ ''را'' کی رسائی نجانے کب سے وہاں تک تھی۔ بہت پہلے بھی میں نے اسی علاقے سے بندے پکڑے تھے۔ اور اب اگر کرنل سرفراز نے وہاں سے اماں اور دوسرے لوگوں کا نکالا تھا تو اس کی ضرور کوئی وجہ

رہی ہوگی۔ جبکہ مجھے اطمینان اس بات کا تھا کہ اشفاق چوہدری نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ نور نگر سے سب اچھا ہی کی رپورٹ تھی۔

اس وقت میں صبح کی ملگجی روشنی میں ٹیرس پر کھڑا چائے پی رہا تھا، سوہنی کا گھر کچھ اس طرح تھا کہ سامنے سے آنے والی سڑک اس کے گیٹ تک آتی تھی۔ پھر دائیں اور بائیں مڑ جاتی تھیں۔ بالکل انگریزی کے حرف "ٹی" کی طرح۔ یہاں ٹیرس سے سامنے مین روڈ صاف دکھائی دیتا تھا۔ میں ادھر ہی دیکھ رہا تھا کہ ایک لگژری وین گیٹ پر آ کر رکی اور اس میں سے سب اترنے لگے۔ وہ سارے آ گئے۔ بانیتا کور نے مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور پھر اندر آ گئی۔ میں نے سوچا چائے ختم کر کے ہی نیچے جاتا ہوں میں وہاں کھڑا رہا۔ میں وہاں سے پلٹ کر جانے ہی والا تھا کہ دو موٹر سائیکل سوار سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ یہ معمول تھا۔ سو میں اپنے کمرے میں آیا تو بانیتا کور کمرے میں آ چکی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی

"سب آ گئے اور اپنے کمروں میں بھی چلے گئے ہیں، وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ آؤ سو جاؤ۔"

"نہیں تم آرام کرو، مجھے اب نیند نہیں آئے گی۔ میں واپس چھت پر جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور باہر نکل گیا۔ بانیتا کور میرے بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

میں دوبارہ چھت پر آ گیا۔ میں جیسے ہی چھت پر آیا، میرے سامنے کی روڈ پر کھڑے دونوں موٹر سائیکل سوار مجھے دیکھ کر ایک دم سے ہراساں ہو گئے۔ وہ دوسری طرف دیکھنے لگے تھے، پھر زیادہ وہاں کھڑے نہیں رہ سکے، اور فوراً ہی نکل گئے۔ میں بھی چونک گیا کہ وہ وہاں کیوں کھڑے تھے اور اب بھاگ بھی گئے ہیں۔ میں نے یہ اچھی طرح دیکھ لیا تھا کہ ان دونوں موٹر سائیکلوں کی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔ بلاشبہ وہ مشکوک تھے۔ اس وقت میں نے دارے کو فون کیا۔ وہ ابھی جاگ رہا تھا، سویا نہیں تھا۔

"ہاں۔! کیا بات ہے، چائے لاؤں؟" دارے نے پوچھا تو میں نے کہا

"سب کو جگا دو، اور انہیں کہہ دو کہ محتاط ہو جائیں، میں ابھی آتا ہوں۔"

شاید میرے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اس نے تیزی سے کچھ پوچھا تھا، جسے میں نے نہیں سنا۔ گیٹ پر سیکورٹی گارڈ کے نام پر ایک آدمی ہی تھا۔ میں نے اس فون کر کے اندر کی جانب ہو جانے کو کہا اور پھر نیچے آ گیا۔ جب تک میں نیچے آیا سبھی ڈرائنگ روم میں آ گئے تھے، سوائے بانیتا کور کے۔ میں نے انہیں اپنے شک کے بارے میں بتایا تو سب سے پہلے سلمان ہی نے کہا

"ہاں، جب میں وین والے کو واپس بھجوا رہا تھا، اس وقت ہی وہاں دو بندے ایک موٹر سائیکل پر آئے تھے۔"

"اگر یہ صورت حال ہے تو ہمیں ایک چکر اس علاقے کا لگا لینا چاہئے۔ اگر کوئی ہماری تاک میں ہوا تو سامنے آ جائے گا۔" جنید نے اپنے دونوں پسٹل شرٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، انتظار کرنے سے زیادہ علاقہ دیکھ لینا چاہئے۔ احتیاط زیادہ بہتر ہے۔" زویا نے کہا

"چلیں ایسا کرتے ہیں آج باہر ہی سے ناشتہ کرتے ہیں۔" مہوش نے زویا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ہی تھا کہ باہر سے

سیکورٹی گارڈ نے اونچی آواز میں بلایا۔سب تیزی سے باہر جانے لگے تو میں نے انہیں روک دیا۔

''میں دیکھتا ہوں۔''میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

''کیا بات ہے؟''میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔اس نے گیٹ کی جھری میں سے باہر کی جانب اشارہ کیا۔میں نے باہر دیکھا تو سامنے سڑک پر ایک سیاہ رنگ کی فوروہیل کھڑی تھی۔اگرچہ وہ گیٹ سے کافی دور تھی لیکن اس کے کھڑے ہونے کے انداز ہی سے شک ذہن میں لہرا گیا۔میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ ایسے میں ایک اور فوروہیل اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی۔میرے دماغ میں خطرے کا الارم بج گیا۔

میں پلٹنا ہی چاہتا تھا کہ اسی لمحے ایک فوروہیل گیٹ کے پاس آن رکی۔اس میں سے دو آدمی نکلے۔ان کے ہاتھوں میں گنیں تھیں۔وہ جس وقت تک گنیں سیدھی کر کے گیٹ کی جانب مڑے،اس وقت تک میں اپنا پسٹل نکال لیا تھا۔جیسے انہوں نے گیٹ کو ہاتھ لگایا،اسی وقت،وہ یوں پیچھے پلٹ کر گرے،جیسے انہیں کرنٹ لگ گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی فوروہیل کی چھت پر گولیاں لگیں۔میں ایک پیچھے مڑ کر دیکھا،چھت پر بانیتا کور کھڑی تھی،اس کے دونوں ہاتھوں میں پسٹل تھے۔میں اوٹ میں ہو گیا اور جھری میں سے باہر دیکھا۔سامنے والی فوروہیل تیزی سے آگے بڑھی تھی۔میں نے اس کے ٹائیروں کا نشانہ لیا تو اس کے ٹائر ایک دھماکے سے پھٹ گئے۔

اچانک ہی اس فوروہیل کی چھت کھلی اور اس میں سے ایک بندہ باہر نکلا۔اس کے ہاتھ میں راکٹ لانچر تھا۔وہ بہت خطرناک تھا۔اس سے نکلا ہوا فائر بم کی طرح تھا۔اس سے پہلے کہ وہ سیدھا ہو کر فائر کرتا،میں نے اس کے سر کا نشانہ لیا۔میں فائر نہیں کر سکا تھا لیکن اس سے پہلے ہی وہ لڑھک گیا۔میں نے دیکھا۔جنید اور اکبر نجانے کب چھتوں کو پھلانگتے ہوئے ان کے سر پر جا پہنچے تھے۔یہ انہوں نے ہی فائر کئے تھے کہ وہ چھت میں سے گن سیدھی ہی نہیں کر سکا تھا۔میں نے گارڈ کو اچانک گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا۔زویا اور سلمان اندر والے کمرے میں کھڑے تھے۔گیٹ کھلتے ہی گیٹ کے ساتھ کھڑی فوروہیل سامنے آ جاتی۔لیکن جیسے ہی گیٹ کھلا،اس وقت تک وہ بیک گیئر میں واپس مڑ چکی تھی۔میں نے رسک لیا اور اس کا نشانہ لے فائر کر دیئے۔سامنے کے دونوں ٹائر دھماکے سے پھٹے تھے۔مگر وہ رکے نہیں یونہی مڑتے گئے۔اس وقت سامنے ایک ہی فوروہیل کھڑی تھی جو اس کے پیچھے آئی تھی وہ نجانے کب واپس پلٹ گئی تھی۔

فائرنگ سے پورا علاقہ گونج اٹھا تھا۔سامنے کھڑی فوروہیل پر جنید اور اکبر نے اتنی گولیاں چلائیں تھیں کہ اس میں آگ بھڑک اٹھی۔جیسے ہی آگ کا شعلہ بلند ہوا وہ فوروہیل ایک دھماکے سے پھٹ گئی۔اس وقت یہ پتہ نہیں تھا کہ کتنے آدمی اس میں تھے،زندہ بھی تھے کہ وہ لوگ اپنی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

کون ہو سکتے تھے؟ یہ پہلا سوال تھا جو میرے ذہن میں آیا۔مگر اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا۔سبھی کے ہونٹوں پر یہی سوال تھا۔مگر یہ وقت اس سوال کے جواب کا نہیں تھا۔

''اس سے پہلے کہ پولیس یہاں پر آئے،فہیم تم ایسا کرو،فوراً بانیتا اور گیت کو لیکر یہاں سے نکل جاؤ۔سلمان تم بھی ان کے ساتھ جاؤ۔''

''جانا کہاں ہوگا؟'' سلمان نے پوچھا

''وہیں ماڈل ٹاؤن، فوراً۔''

میرے کہنے پر وہ پورچ میں کھڑی گاڑی کی جانب بڑھے اور اگلے چند منٹ میں وہ وہاں سے چلے گئے۔ جنید اور اکبر ابھی تک نہیں لوٹے تھے۔ وہ سامنے کی چھت پر دکھائی دے رہے تھے۔ میرے پیچھے مہوش، زویا، علی نواز کھڑے تھے۔

''ابھی پولیس آتی ہوگی، اس کے بہت سارے سوال ہوں گے۔ لہذا، جو بھی کہنا ہے، میں نے ہی کہنا ہے، تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ، سلمان سے رابطہ رکھنا۔'' میں نے کہا اور دوسری گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ تینوں بھی وہاں نکل گئے۔ تب میں طارق نذیر کو فون کیا۔

''سر، مجھے اطلاع مل گئی ہے اور میں اپنے آفس سے نکل پڑا ہوں۔ میرا متعلقہ تھانے سے رابطہ ہو گیا ہے۔'' وہ تیزی سے بولا

''پولیس والے بہت سوال کریں گے اور.....'' میں نے کہنا چاہا تو اس نے میری بات کاٹ کر کہا

'' وہ کوئی سوال نہیں کریں گے۔ میں سب دیکھ لوں گا، بس میرے آنے تک وہاں رہیں۔''

''او کے۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ لوگوں کا ہجوم اکھٹا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ میں واپس پلٹ کر اندر آ گیا۔ مجھے اب طارق نذیر کا انتظار تھا۔

باہر پولیس کی بہت ساری نفری آ چکی تھی۔ ڈی ایس پی رینک کے آفیسر نے گیٹ پر کھڑے سیکورٹی گارڈ سے سوال جواب شروع کیے ہی تھے کہ طارق نذیر پہنچ گیا۔ اس نے پولیس آفیسر سے بات کی اور اس کے ساتھ ہی اندر آ گیا۔ جس طرح طارق نذیر میرے ساتھ تپاک سے ملا، پولیس آفیسر بھی ویسے ہی ملتے ہوئے بولا

''ہم نے پورے علاقے کو گھیر لیا ہے۔''

''لیکن، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، وہ لوگ تو اپنا کام کر کے جا چکے۔ اگر ان کا کوئی بندہ ہوا بھی تو انہی تماشائیوں میں ہوگا، جسے ہم پکڑ نہیں سکتے۔'' میں نے کہا

''آپ کو کسی پر شک ہے یا کوئی پہلے سے دھمکی؟'' پولیس آفیسر نے پوچھا

''بظاہر کوئی دھمکی نہیں تھی اور شک۔! اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے جواب دیا

''سر، آپ ابھی یہاں سب دیکھیں، پھر میں آپ سے تفصیل کے ساتھ بات کروں گا۔'' طارق نذیر نے پولیس آفیسر سے کہا

''وہ تو ٹھیک ہے، لیکن میڈیا کو کیا کہا جائے۔ وہ تو اپنی تھیوری بنا کر اس کے شواہد بھی جاری کر چکا ہوگا۔'' پولیس آفیسر بالکل درست کہہ رہا تھا۔ اسے بھی تو کوئی ایسی بات چاہئے تھی، جو وہ میڈیا سے کہہ سکتا۔

''آپ اسے ڈکیتی بتا دیں، میرا ابھی یہی بیان ہے کہ کچھ نامعلوم افراد ڈکیتی کے لئے آئے تھے، میرے سیکورٹی گارڈز نے انہیں مار بھگایا۔''

''اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔'' پولیس آفیسر نے طارق نذیر سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دونوں ہی سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے کیا کرنا ہے۔

پولیس آفیسر کے جانے کے بعد طارق نذیر نے بتایا

''سر جی، فیضان بٹ سے بہت ساری باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس کا پورا ایک گروہ یہاں کام کر رہا ہے۔ ان کی طرف سے کافی دھمکیاں بھی آ رہی ہیں۔ اس گھر کے بارے میں کب، کسے اور کیا معلوم تھا، میں کچھ نہیں کہہ سکتا ابھی، لیکن بہت جلد یہ پتہ چل جائے گا۔''

''او کے، اب سنبھالو یہاں سب کچھ، ظاہر ہے میڈیا یہاں کے رہائشی کے بارے میں بھی کوئی بات کرے گا، اس لئے میں نکل رہا ہوں۔'' میں نے کہا تو وہ اس نے تیزی سے کہا

''سر یہی بات میں آپ سے کہنے والا تھا، میں سب دیکھ لیتا ہوں۔ آپ کے لئے سیف ہاؤس.....''

''وہ ہے میرے پاس۔'' میں نے کہا اور جنید کو اشارہ کیا۔ وہ اکبر کے ساتھ گاڑی میں جا بیٹھا اور ہم وہاں سے نکل کر ماڈل ٹاؤن کی جانب چل پڑے۔

مین روڈ پر آتے ہی اکبر نے پوچھا

''سر یہ کس کا کام ہے، کچھ پتہ چلا؟''

''نہیں ابھی نہیں، لیکن بہت جلد پتہ چل جائے گا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا تو ہمارے درمیان خاموشی چھا گئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ بھی یہی سوچ رہے تھے۔ وہ بھی میری طرح جلد از جلد ان تک پہنچ جانا چاہتے ہوں گے۔ جہاں تک میرا خیال تھا، یہ فیضان بٹ کے لوگوں کا کام نہیں ہو سکتا تھا۔ یہاں پر میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے کرنل صاحب نے اپنے لوگوں کی حفاظت کے لئے جو پلان کیا ہے، مجھے اسے بدلنا پڑے۔

میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ یہ محض فیضان بٹ کے لوگ نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کے پیچھے لازماً کوئی دوسری قوت ہے۔ وہ کوئی بھی ہوں، آخر انہوں نے یہاں کی ریکی کی ہوگی۔ انہوں نے ہمارے آنے جانے کا پورا شیڈول دیکھا ہوگا۔ اور پھر اسی وقت حملہ کی اجب یہ سارے لوگ یہاں آ چکے تھے۔ اگر وہ لوگ یہاں پورے پلان کے ساتھ حملہ کر سکتے ہیں تو ماڈل ٹاؤن والا گھر بھی ان کی نگاہ میں لازماً ہوگا۔ وہ قطعاً محفوظ نہیں ہو سکتا تھا۔ ابھی یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ یہ سب کس نے کیا، ابھی تو اپنے لوگوں کی حفاظت کیسے کروں، مجھے یہ سوچنا تھا۔ انہیں ابھی ماڈل ٹاؤن نہیں جانا چاہئے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے فوراً سلمان کو فون کیا۔

''کہاں ہو تم لوگ؟''

''ہمیں بھوک لگی تھی، میں تو انہیں ایک ریستوران میں لے آیا ہوں۔ کچھ کھا پی لیں تو پھر چلے جاتے ہیں۔'' اس نے خوشگوار انداز میں جواب دیا تو میرے حواسوں پر جو انجانا بوجھ تھا، ایک دم سے ختم ہو کر رہ گیا۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور کہا

''بہت اچھا کیا۔باقی کہاں ہیں؟ تیرے پاس ہی ہیں نا؟''

''بالکل، میرے پاس ہیں۔اور ڈٹ کر کھا رہے ہیں۔کیا آپ نے بھی وہی سوچا، جو ہم سب کا خیال تھا کہ ابھی فوراً ماڈل ٹاؤن نہیں جانا چاہئے؟''

''بالکل، تم ٹھیک سمجھے ہو۔میں آ رہا ہوں، پھر کسی طرف نکلتے ہیں۔لیکن باہر نظر ضرور رکھنا۔''میں نے اسے سمجھایا تو وہ بولا

''اسکی فکر نہ کریں۔مجھے پورا خیال ہے۔''

اس کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد میں نے فون بند کیا تھا کہ جنید نے پوچھا

''کون سی جگہ ہے آپ کی نظر میں؟''

''ہے، لیکن اس وقت فہیم اور بانیتا کور کے سوا باقی سب وہیں چلیں جائیں گے۔''

''کیا ہم بھی؟'' جنید نے پوچھا

''ہاں، تم دونوں بھی۔یہاں سارا سیٹ اپ، ڈسٹرب ہو گیا ہے۔اسے دوبارہ بناتے تھوڑا وقت لگے گا۔پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔''میں نے اسے سمجھایا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔

اس وقت ہم نہر کنارے جا رہے تھے۔جبکہ وہ سارے گلبرگ میں کہیں تھے۔میں نے جنید کو مسلم ٹاؤن کی طرف جانے والی سڑک پر چھوڑ دینے کو کہا۔انہوں نے مجھے اتار دیا۔میں نے وہاں سے رکشہ لیا اور شاہ جمال کے سٹاپ پر رکشہ چھوڑ کر پیدل ہی چل پڑا۔

شاہ جمال کے علاقے میں بہت پہلے میں نے اپنے لئے سیف ہاؤس بنایا تھا۔وہاں کافی دیر سے ایک فیملی رہ رہی تھی، جسے میں ہی افورڈ کرتا تھا۔ایسے ہی کسی وقت کے لئے میں نے وہ جگہ بنا کر رکھی ہوئی تھی۔میرا وہ دوست ایک سرکاری محکمے میں سیکشن آفیسر کی سطح کا ملازم تھا۔میں اکثر وہاں چلا جاتا اور رات رہ کر، یا کبھی دن گذار کر چلا آتا تھا۔وہاں میں یہی مشہور تھا کہ میں ان کا ایک رشتہ دار ہوں جو دوسرے شہر میں رہتا ہے اور وہیں کاروبار کرتا ہے۔یہاں مال خریدنے آتا ہے۔ایک دو دن رہ کر واپس چلا جاتا ہے۔میں نے اسے فون کیا۔اس وقت وہ گھر سے دفتر کے لئے جانے کو تیار تھا۔ وہ میرے آنے تک رک گیا۔میں اس کے پاس جا پہنچا تو وہ کچھ دیر میرے پاس بیٹھ کر چلا گیا۔اوپری منزل پر میرے لئے مخصوص کمرہ تھا۔میں وہاں چلا گیا۔ان کی ملازمہ میرے لئے چائے رکھ گئی۔

وہ سبھی گلبرگ کے ریستوران میں بیٹھے کھا پی رہے تھے۔میں نے ان کے لئے بھی سوچ لیا تھا کہ وہ کہاں رہیں گے۔ایسا ہی ایک بزرگ جوڑا ایک معروف ٹاؤن میں رہتا تھا۔ان کے ساتھ نور نگر سے آیا ہوا ایک جوڑا رہتا تھا، جو ان کی خدمت پر مامور تھا۔یہ وہاں جاتے تو ان کے پوتے پوتیاں ہی ظاہر ہوتے۔میں نے انہیں ساری بات سمجھا دی اور وہاں جانے کے بارے میں کہہ دیا۔

دوپہر کے بعد میرا اروند سنگھ سے رابطہ ہوا۔اس نے دسترس میں موجود تمام کمپیوٹر کھنگال مارے، اپنی طرف سے بہت سر کھپایا لیکن اسے کوئی ایسا بھی اشارہ نہیں ملا، جس سے ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس کا کام ہے؟ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔اس دوران میں نے ہر

طرف رابطہ کیا۔ کرنل سرفراز کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ یہ سب ہوا کیسے؟ باقی ہر طرف سے سب اچھا کی خبر آئی تھی۔ نور نگر میں بھی سکون تھا۔ اشفاق چوہدری کو ہم پر ہونے والے حملے کی خبر ہو چکی تھی۔ وہ وہاں متحرک ہو گیا تھا کہ کہیں یہاں سے تو کچھ نہیں ہوا؟

سورج ڈھل گیا لیکن کچھ پتہ نہیں چلا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا، جیسے یہ راز اچانک ہی کھلنے والا ہے۔ میں نے سب کچھ ذہن سے جھٹکا اور نیچے آ گیا۔ میں تھوڑی دیر اپنے دوست کے پاس بیٹھا اور وہاں سے نکل پڑا۔

شاہ جمال کا علاقہ، وہاں ایک بزرگ کی وجہ سے مشہور تھا۔ وہیں ایک اونچی سی جگہ پر ان کا مزار ہے۔ اس کے ساتھ ایک بڑی ساری مسجد تھی۔ میں خود کو پرسکون کرنے کے لئے اس طرف بڑھ گیا۔ فاتحہ خوانی کے بعد جب میں واپسی کے لئے پلٹ رہا تھا کہ میری نگاہ ایک سفید پوش پر پڑی۔ سر پر سفید عمامہ، سفید لباس، ریش مبارک سفید، یہاں تک کہ ان کی بھنویں بھی سفید ہو چکی تھیں۔ بھاری بھرکم وجود اور سرخ و سفید چہرہ۔ وہ میری جانب بڑی پرشوق نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ میرا دل کیا کہ ان کے پاس جا کر بیٹھوں۔ میں نے جونہی ان کی جانب قدم بڑھائے، ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ زیادہ ہو گئی۔ وہ سفید کپڑا بچھائے، مسجد سے ہٹ کر قبروں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں انکے پاس چلا گیا۔ میں نے سلام کیا تو میرے سلام کا جواب دے کر بڑے پیار سے لیکن دھیمے لہجے میں بولے۔

''بیٹھو۔! چلو آج تم سے بھی ملاقات ہو گئی۔''

انکا اتنا ہی کہنا تھا کہ میں سمجھ گیا۔ ان سے ملاقات کوئی اتفاق نہیں ہے، منظر کچھ اور ہے اور پس منظر کوئی اور بنا رہا ہے۔ تب میں نے بڑی عاجزی سے کہا

''جی، یہ میری بھی خوش نصیبی ہو گی کہ میں نے آپ کا دیدار کر لیا۔''

''یہ تو بندے کی خوش نصیبی اسی وقت ہو جاتی ہے جب وہ رب تعالی کے حضور آ جاتا ہے۔ باقی ساری رکاوٹیں تو عارضی ہیں، اس عارضی دنیا کی طرح۔ کیونکہ یہ دنیا ہے نا۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا

''جی آپ نے بالکل درست فرمایا۔ میں چاہوں گا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں۔'' میں نے کہا تو وہ بولے

''ارے بھائی، میں جانتا ہوں کہ تم کیا ہو اور تو کس منزل کا راہی ہے۔ تجھے کہاں سے کیا مل گیا۔ ہم تو بس پیام دینے والے ہیں۔ اگر چاہو تو لے لو۔''

''جی میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' میں نے انتہائی دلچسپی سے کہا تو انہوں نے دائیں جانب قبر پر جلتے ہوئے دیئے کی طرف اشارہ کر کے بولے

''یہ چراغ دیکھا ہے جو روشن ہے، کیا تم اس کی ماہیت کو سمجھتے ہو؟''

''حضور آپ ہی فرمائیں، میری توجہ آپ کی طرف ہے۔'' میرے کہنے پر وہ بولے

''یہ دیکھو، یہ چراغ ہے، یہ پہلے مٹی تھا، اس کو گوندھا گیا، آگ میں پکایا گیا۔ اس میں تیل ڈالا گیا، بتی رکھی گئی۔ مٹی سے چراغ

بن گیا اور اس نے مٹی کو اپنے اندر لے لیا۔ تیل اور بتی اس کے اندر آ گئی۔ اب اس میں روشنی نہیں ہے، روشنی کیسے ہوتی ہے، اسے کوئی جلاتا ہے۔ کوئی عمل ہوتا ہے جلانے کے لئے۔ جب کوئی اسے جلاتا ہے تو روشنی ہوتی ہے۔ روشن کرنے والا ظاہر ہو جاتا ہے۔"

"جی، یہ سمجھ گیا، لیکن....." میں نے کہنا چاہا تو وہ بولے

"یہ سلسلہ یوں ہوا کہ پہلے تصور پیدا ہوا، اس میں جہد عمل اور شہیدوں کا خون ڈالا گیا اور اس کے دل کی قندیل کو جلایا گیا تو روشنی پیدا ہوئی۔ اب سمجھو، جسم اور جان کے درمیان سانس پڑی ہے جو خون کو ذکر سے گردش میں رکھے ہوئے ہے۔ جس سے فکر پیدا ہو رہا ہے۔ روشنی میں ہر شے پڑی ہے اور ہر شے میں روشنی ہے۔ اور روشنی نے ہر شے کو محیط کیا ہوا ہے۔ اسی تناظر میں دیکھو پاکستان کو، یہ قلعہ اسلام، دل، ایک حرم ہے۔"

"ذکر اور فکر کیا؟" میں نے گرہ کھولنے کے لئے کہا

"ذکر کا تعلق دل سے ہے اور فکر کا عقل سے۔ شعلہ عشق کا تعلق دل سے ہوتا ہے کہ دل لامحدود ہے۔" انہوں نے فرمایا

"جی، میں سمجھ گیا۔ آپ پاکستان کو دل کہہ رہے ہیں۔ اور اس کی حیثیت ایک حرم کی سی ہے۔" میں نے واضح کر کے سمجھنے کی کوشش کی۔

"میں اس پر بات کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہوئے پھر کہتے چلے گئے۔ "ملک چھوڑا، گھر بار چھوڑا، مال و دولت، زمین و جائیداد چھوڑی، ہماری عزتیں، مائیں بہنیں، بیٹیاں، جن کی کوکھ میں ابھی نئی آنے والی زندگی ہمک رہی تھی، انہیں دنیا میں آنے سے پہلے شہید کر دیا گیا۔ بچوں کو کرپانوں پر لہرا دیا گیا۔" یہ کہتے ہوئے ان کا لہجہ بھیگ گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ وہ کچھ دیر خاموش رہے، پھر بھیگے ہوئے لہجے میں بولے، "جب یہ اتنا کچھ ہو جائے تو پھر باقی بربریت بارے کہنے کی ضرورت نہیں۔ بچے قتل کرنا، شیطانیت کی آخری حد ہے۔ ہمارے تمام ظاہری رشتے، بہن بھائی بچے، بیٹے، بیٹیاں اور تمام جسمانی قربانی، ساری جانی قربانی سے ہم گذر گئے۔ ہم نے ہر شے مطلب و مقصد حقیقی پر لگا دی۔ یہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جب قوم میں عشق آ جاتا ہے تو اس میں عزم و یقین آ جاتا ہے۔ عشق ہی لذتِ حیات اور لذت موت سے آشنا کر دیتا ہے، بلکہ محرم راز بنا دیتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ایک لمحہ رکے پھر بولے، "دیکھو! قلندر لاہوریؒ نے کہا نہیں ہے کہ 'خودی ہے زندہ تو موت ہے اک مقام حیات..... کہ عشق موت سے کرتا ہے، امتحانِ ثبات'۔۔ 'موت کے آئینے میں تجھے دکھا کے رُخ دوست .....زندگی اور تیرے لئے دشوار کرے'..... 'کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو..... ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں'۔"

یہ موت حیات کا بھی بڑا عجیب فلسفہ ہے؟" میں نے کہا تو وہ بولے

"یہ محض فلسفہ نہیں، حقیقت ہے۔ دیکھو! کافر یہ سمجھتا ہے کہ موت آئی تو ہر شے ختم ہو گئی۔ لیکن دین ہمارا یہ بتاتا ہے کہ آج کا دن کل کی خبر دیتا ہے۔ یہ جہان جو دکھائی دیتا ہے، یہ جو ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہ اگلے جہان کی خبر دیتا ہے۔ 'اسی رنگ و بو میں الجھ کے

نہ رہ جا..... چمن اور بھی، آشیاں اور بھی ہیں،۔' زندگی اس عالم میں آئی تو یہ عالم ظاہر ہو گیا۔ اسی عالم ظاہر کا ایک باطن ہے، جو انسان کے اندر ہے اور وہ دل ہے۔ مگر اسی کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہوا ہے۔ اور ظالم کو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہی باطن اس کا دل ہے۔ اسی طرح موت اگلے جہان کا دروازہ کھولتی ہے۔ موت ایک مقام زندگی ہے جہاں سے ہم اگلے جہاں میں جا کر ظاہر ہوتے ہیں۔ موت ہر شے کے ختم ہونے کا نام نہیں ہے۔''

''جی بالکل، کیا آپ اس پس منظر میں پاکستان کی بات کر رہے تھے، جو دل ہے؟'' میں نے پوچھا تو جذب سے بولے

''عاشقی۔! تقلید محبوب ﷺ سے محکم ہوتی ہے..... یہ قافلہ عشق، مرد قلندر کے مومن حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی سالاری میں روانہ ہوا۔ 'تو مرد میداں، تو میر لشکر..... نوری حضوری تیرے سپاہی'۔ جب قافلے نے وہاں سے ہجرت کی تو موت و حیات کی لذت سے گذر کر وطن پاکستان میں آ گیا۔ یہ وطن پاکستان، دل کا حرم ہے۔ جنہوں نے موت کو اپنے آپ پر وارد کر کے رسم شبیریؓ ادا کرتے ہوئے، دل کا، حرم کا دروازہ کھول دیا ۔ یعنی دل کے حسین چہرے سے نقاب اٹھا دیا۔ اس قافلہ عشق نے لا الہ کی تلوار سے غلامی، محکومی اور محتاجی، احساس کمتری، مایوسی، ناامیدی، مجبوری کی رگوں سے خون بہا دیا اور اپنے خون سے الا اللہ اس کائنات پر لکھ دیا۔ آزادی بھی، خود مختاری بھی، حکومت بھی حاصل ہو گئی۔ اپنے خون سے دل کی تعمیر کی۔ 'ہر شے ہے محو خود نمائی..... ذرہ ذرہ شہید کبریائی'۔ 'جہان آب و گل سے عالم جاوید کی خاطر..... نبوت ساتھ جس کو لے گئی تھی وہ ارمغاں تو ہے'..... 'میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے..... میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے۔' تو کیا ہوا؟ اس چمن کی مٹی نے دل کا راز ظاہر کر دیا۔ 'اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مریں ہم..... ہے خوں تیری رگوں میں اب تک رواں ہمارا۔''

''جی، یہ تو ہے۔'' میں نے کہا

''ایک وقت ایسا آیا کہ ان سے ہر ایک شے چھین لی گئی۔ روٹی، ہتھیار، تحفظ کا ہر سامان پہلے ہی لے لیا گیا، پھر وہ کیا تھا کہ یہ بے تیغ و تفنگ لڑے اور اس مقام سے بھی کامیاب گذر گئے۔ 'کافر ہے تو کرتا ہے شمشیر پہ بھروسہ..... مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی'۔ یہ کیا تھا؟ یہ تھا اس مرد قلندر کی دی ہوئی عشق کی آگ، جس نے حیات و موت سے بھی گذار دیا۔ 'فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے..... ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلب سلیم۔''

''یہ عشق کی آگ، یہ حیات اور ممات، یہ کیسی قوت ہیں سرکار، کیسے کیسے پہاڑوں کو رائی بنا دیتے ہیں۔'' میں نے بات آگے بڑھانے کی غرض سے کہا

''بود و نبود صفات ہیں، یہ ذات کی جلوہ گریاں ہیں۔ جس کو تو حیات سمجھتا ہے، جس کو ممات سمجھتا ہے ان کو ثبات نہیں ہے۔ ثبات کسے ہے، یہ عشق جاودانی، دل کی حیات ہے۔ یہ دونوں پردے اس نے اپنے آپ کو دیکھنے کے لئے اوڑھے ہوئے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ بولے، ''محکومی پتہ ہے کیا ہوتی ہے؟''

''سرکار آپ فرمائیں؟'' میں نے کہا

''محکومی یہ ہوتی ہے۔ جب دل، فکر، جسم، تقدیر محکوم ہو جاتی ہے، یعنی دوسروں کے تابع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ زندگی اور موت بھی غیروں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ وہ لذت حیات و موت سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ان کا جینا مرنا بھی اپنا نہیں رہتا۔ حیات جاودانی کی تڑپ ان میں ختم ہو جاتی ہے۔ عشق ان کے دلوں سے ہجرت کر جاتا ہے۔ وہ تقدیر جو خدا نے مسلمانوں کے دل میں رکھی تھی اس سے ان کی نظریں اٹھ گئیں۔ جو دل ہی سے ظاہر ہونا تھی، وہ جمود کا شکار ہو گئی، بے عملی، جہد اور عمل پیہم ان سے تحلیل ہو گئے۔''

''اور جن کے اندر یہ آگ پوری طرح موجود ہو؟'' میں نے دھیمے سے لہجے کہا

''باطل کا ارادہ، جس طرح باطل، اپنی باطل فکر کو تخلیق کرتا ہے۔ اسی طرح مرد حق، قوم کی تقدیر کو تخلیق کرتا ہے۔ قوم جب غلامی، محکومی، مجبوری اور محتاجی کو اپنی تقدیر سمجھ لیتی ہے، وہیں آ کر ایک مرد قلندر، مرد حق اس تقدیر کو توڑ دیتا ہے۔ 'تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں..... نادان جسے سمجھے تقدیر کا زندانی'۔ مرد حق، حق اندیش و حق بیں ہوتا ہے۔ وہ اپنے ارادے سے قوم کی تقدیر تخلیق کرتا ہے اور، میدان کارگہہ میں، میدان جنگ میں، اس کا تیر، حق کا تیر ہوتا ہے۔ مرد حق زبردست جہاد کرتا ہے اور ان کے دلوں میں عشق کی آگ لگا دیتا ہے۔ جس سے عزم و یقین کی روشنی ہر شے واضح کر دیتی ہے۔ ان کے دلوں میں کھوئے ہوئے تشخص کی آرزو پیدا کر دیتا ہے، اس طرح مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ وہ ہدف جو ان کے سینوں سے نکل کر انہیں بے ہدف کر گیا تھا، اور جن کی وجہ سے وہ بے ہدف ہو گئے تھے، اس وجہ کو ختم کر کے ان میں ہدف رکھ دیتا ہے۔ انہی میں دوبارہ جلوہ گری پیدا کر دیتا ہے اور وہ بے نشانوں میں نشاں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ افرادِ قوم نہ صرف اپنے ہدف کو پہچان لیتے ہیں۔ بلکہ اس پر پورا یقین کرتے ہوئے انہیں پانے کے ایک جہد پیہم، شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں بے عملی، عمل کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ وہ مرد قلندر، جو مصور پاکستان ہے، اس نے کیا کیا، اس نے اندھیری رات میں قوم کو روشنی، راہنما دکھایا، بے ہدف سینوں میں ہدف دکھا دیا۔ اس نے غلامی میں سے آزادی دکھائی۔ موت میں سے حیات دکھا دی، بے یقینی میں سے یقین پیدا کر دیا، جو سینے عشق سے خالی تھے ان میں عشق پیدا کر دیا۔ بت خانہء ہندوستان میں، حرم پاکستان بنا دیا۔ ضمیر کن فکاں تیرے علاوہ کوئی نہیں۔ بے نشان کا نشان تیرے علاوہ کوئی نہیں۔ بے تصور کو تصور دیا۔ جس سے فکر تخلیق ہوئی، نشان ملا، عمل پیدا ہوا اور پاکستان وجود میں آ گیا۔'' یہ کہہ کر وہ ایک لمحہ کو خاموش ہوئے پھر جذب سے بولے، ''خودی قلندر، مطلب قلندر اور مقصد قلندر۔ ذات قلندر لا الہ الا اللہ، ظہور قلندر، محمد رسول اللہ ﷺ۔ 'قلندر بجز دو حرف لا الہ کچھ نہیں رکھتا، فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا۔''

''اصل میں یہی کام ہے کہ کسی کو ان کی منزل کا نشاں مل جائے۔'' میں نے کہا تو وہ چند لمحے سوچ کر بولے

''جب ہندوستان میں اسلام نہیں پہنچا تھا۔ یہاں بزرگان دین اسلام کا آفاقی و حقیقی انسانیت کا پیغام لے کر آئے۔ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ اجمیری، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ۔ حضرت سخی سلطان باہوؒ، حضرت بابا جی محمود شاہ صاحب مبارکؒ اور دوسرے بزگان نے جو عشق کی شمع دلوں میں روشن کی تھی، وہ کلمہ جو انہوں نے ان کے دلوں میں ڈالا تھا، اسے پاکستان کی صورت میں سامنے لے آئے۔''

''بلاشبہ یہ عطیہ خداوندی ہے۔'' میں نے تبصرہ کیا

''اور سنو۔! اب یہ پاکستان لا الہ الا اللہ ہو گیا ہے۔ اب اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کا، خدائی اور مصطفائی ﷺ کا نظام ظاہر ہونا ہے۔ جب یہ نظام آ گیا تو پھر اس کی نہ کوئی باطنی عروج کی انتہا ہو گی اور نہ ظاہری ترقی کی انتہا ہو گی۔ یہ نظام اسی دل سے ظاہر ہو گا۔' خودی کا نشمن تیرے دل میں ہے..... فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے۔' حریم ذات ہے اس کا نشمن ازلی..... نہ خاک تیرہ لحد ہے نہ جلوہ گاہ صفات۔''

''سرکار یہ نظام کب اس دل سے ظاہر ہو گا؟'' میں نے سوال کیا تو وہ بولے

''زندہ آئین، قرآنی، نورانی جاودانی، جس کو حکمتہ بالغہ فرمایا ہے۔ جو مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو زندگی کو سرتاپا اس کے حقوق عطا کرتا ہے۔ اس کی طرف آنا ہو گا، جو پرانی رسوم و قیود کو توڑ کر مال و دولت، رنگ و نسل کے امتیازات کو ختم کر دے۔ فرعونیت و رعیت کی تمیز ختم کر دے۔ انانیت کو مساوات کے حقیقی فطری اصولوں سے روشناس کر دے۔ جو بتاتا ہے کہ اسلام میں کسی قسم کے جمود فکری کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ وہ زندگی کے نت نئے تقاضوں سے، نئے چیلنجز سے برسر پیکار ہو کر، اس پر پوری طرح غالب ہونے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح یہ دھارا اپنی لامتناہی منزل کبریائی کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔' خودی کی ہے یہ منزل اولیں..... مسافر یہ تیرا ٹھکانہ نہیں۔''

''اب کرنا کیا ہو گا؟'' میں نے پوچھا تو وہ بولے

''جب یہ پاکستان بن گیا تو کیا ہوا؟ اصل میں یہ مرد قلندر نے اپنی تیغ خودی کی دھار کی ایک جھلک قوم میں سے دیکھی ہے۔ اب، جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہان بینی..... جگر خون ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا۔' جو پاکستان بننے کے دشمن تھے اب بھی وہی دشمن ہیں۔ اس کے علاوہ جو شیطانی نظام ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ اے مسلماں۔! حضرت سلمانؑ کا معجزہ پھر سے سیکھ لے۔ کہ کوئی شیطان نہیں جو تیری انگوٹھی کی تاک میں نہ ہو۔ اس دل کی وہ خفیہ نظر بیدار، ہوشیار اور برق رو سے تیز تر برق افشانی کر، جو اس حرم کے اندر وسوسے، خناس، شیطانی فکر، فتنوں، غدار، منافق باغی، اور باہر کائنات میں ان بھیس بدلنے والے، عیار، مکار اور دغا باز دشمن کی گہری چالوں پر نگاہ رکھنے والی نظر، نگہبان حرم ہوشیار۔ نگہبانِ حرم تجھے سلام۔ نگہبان حرم تیرا اللہ نگہبان نظر دل کی حیات جاودانی''

''اب میرے لئے کیا حکم ہے۔'' میں نے پوچھا

''جسم و جان سے گذر کر، موت و حیات سے گذر کر مکان و زماں سے گذر کر، اس دل کو پالیا۔ دل کو ایسے ہی پایا جاتا ہے۔ دل میں ڈوب کر، حق کے ساتھ محکم ہو کر، دل سے، در دل سے محمد رسول اللہ ﷺ سے ظاہر ہو۔ اب اسی دل سے ظاہر ہو، زماں پر بھی قبضہ کر اور مکاں کو بھی قبضے میں لے لے۔ یہی خودی ہے۔ جاؤ، تجھے پیام عشق دے دیا۔ تخلیق کا بھید کن فکاں تیرے علاوہ کوئی نہیں، بے نشان کا نشان تیرے علاوہ کوئی نہیں۔ زندگی کے راستے میں اور بھی بے خوف قدم رکھ، کیونکہ کائنات میں تیرے سوا کوئی نہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نرم انداز میں آنکھیں بند کی اور خاموش ہو گئے۔ کتنے ہی لمحے وہاں گذر گئے۔ میں ان کے سامنے بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ وہ انہوں نے آنکھیں

کھولیں، میری طرف اجنبیوں کی طرح دیکھا اور وہ بچھا ہوا سفید کپڑا اٹھا کر ایک طرف چل دیئے۔ میں انہیں دیکھتا ہی رہ گیا۔ میں چونکا اس وقت جب میرا فون بج اٹھا۔ وہ جنید کی کال تھی۔ وہ قریب ترین سڑک پر آ چکا تھا۔ پھر میں بھی اٹھا اور چل دیا۔

☆.....☆.....☆

انوجیت سنگھ مصروف ہو گیا تھا۔ اسے اوگی پنڈ ہی نہیں، اردگرد سے بہت سارے ایسے نوجوان مل گئے تھے، جو صرف دھرم کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے۔ اس کی جدوجہد کالج دور سے تھی، جو اس وقت پورے جوبن پر دکھائی دینے لگی تھی۔ وہ بھی کام کر رہا تھا۔ اس لئے ایک ہی دن میں اس نے اپنے گرد لوگوں کو جمع کر لیا۔ نکودر میں ایک مرکز بنا لیا۔ شہر کے بہت سارے نوجوان اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ جسپال نے اسے یہی کہا تھا کہ وہ اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ سرگرمیاں شروع کرے۔ اگر درمیان میں کہیں کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو بتانا۔ سو انوجیت پوری جان سے اس مقصد کے لئے لگ گیا تھا۔

جسپال سارا دن بیڈ پر پڑا رہا۔ کبھی سو جاتا اور اٹھ کر یونہی ٹہلنے لگتا۔ اسے کئی بار خیال آیا تھا کہ کسی سے رابطہ کرے، کوئی بات پوچھے، کوئی خبر لے، مگر یہی سوچ کر فون کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا کہ جب کسی نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں کسی کو کال کروں۔ اس دن ہرپریت بھی انوجیت کے ساتھ نکلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی اُن سہیلیوں سے ملنے نکل پڑی تھی جو کبھی اس کے ساتھ کالج میں پڑھتی تھیں۔ اب جتنے لوگوں سے بھی رابطہ ہو جاتا اتنا ہی کم تھا۔

اس وقت سورج ڈھل چکا تھا، جب ہرپریت واپس لوٹ کے آئی۔ انوجیت کہیں دوستوں میں تھا۔ اس نے لیٹ ہی گھر آنا تھا۔ جسپال اپنے کمرے سے ڈرائنگ روم میں آ کر اس کی روداد سن رہا تھا کہ اس کا سیل فون بج اٹھا۔ وہ امرتسر سے سردار رتن دیپ سنگھ کی تھی۔ حال واحوال کے بعد اس نے کہا

"یار اگر تم صبح تک یہاں تک آ سکو تو؟"

"جی میں حاضر ہو جاتا ہوں، چاہے آپ ابھی کہو، میں نکل پڑتا ہوں۔" اس نے جواب دیا

"نہیں، اتنی جلدی بھی نہیں، صبح میں تم سے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔ دس بجے تک پہنچ جانا۔ باقی جب چاہو آؤ، تمہارا اپنا گھر ہے۔"

"ٹھیک ہے جی۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

"کیا بات ہو سکتی ہے؟" ہرپریت نے سن کر پوچھا

"اب تو کل ہی پتہ چلے گا۔ جہاں تک میرا خیال ہے، یہی الیکشن کی بات ہو گی۔ اب جوڑ توڑ تو پورے عروج پر ہیں نا، پارٹی ٹکٹ کے بھی سبھی سے وعدے ہو رہے ہیں۔ آخر وقت تک پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہونا ہے۔" جسپال نے عام سے لہجے میں کہا

"میں چلوں تمہارے ساتھ؟" اس نے پوچھا

"جیسے تمہارا دل کرے، لیکن اس وقت تمہاری یہاں زیادہ ضرورت ہے۔ میں صبح جاؤں اور شام تک لوٹ آؤں گا۔ دو سوا دو گھنٹے

کا تو راستہ ہے، تو سنا پھر باقی دن کہاں گذارا۔'' جسپال نے کہا اور پھر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ وہ اپنی روداد سنا کر اٹھ گئی۔ کلجیت کو رڈنر کے لئے بلانے لگی، اسی دوران نوتن کور کا فون آ گیا۔ وہ ایسے فون سے بات کر رہی تھی، جو کہیں ٹریس نہیں ہو سکتا تھا۔

''خیر تو ہے نا نوتن؟ اور تم جالندھر کب آئی ہو؟'' جسپال نے خوشگوار لہجے میں کہا

''بالکل خیر ہے، اور میں آج ہی آئی ہوں، کہاں ہو تم اور جالندھر کتنی دیر میں آ سکتے ہو؟'' اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا

''میں پھر پوچھ رہا ہوں خیر تو ہے نا؟'' اس بار اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

''میں پھر کہہ رہی ہوں، خیریت ہے۔ میں یہاں ہوں جالندھر، سوچا تم سے گپ شپ کر لوں، اب یہ مت کہنا کہ میں اوگی پنڈ آ جاؤں۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہ رہی ہوں۔'' اس نے خوشگوار لہجے میں کہا

''یار بڑا سسپنس ہے، خیر، میں ڈنر لے کر نکلتا ہوں، آنا کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا

''وہی بانیتا کور کے فارم ہاؤس پر، وہیں ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔ پھر الوداعی باتوں کے بعد فون رکھ دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ ڈنر کرنے کے بعد جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے فوروہیل نکالی، اسلحہ اس میں رکھا اور اکیلے ہی نکل پڑا۔ ہرپریت نے اسے پورچ سے الوداع کیا۔ نکودر جالندھر روڈ پر آتے ہی اس نے جیپ کی رفتار تیز کر دی۔ اس کے دماغ میں کہیں کھد بد ہونے لگی تھی کہ ایک دم سے یوں فون نہیں آ سکتے ہیں۔

اس وقت رات کے سوا گیارہ بجے کا وقت تھا جب وہ فارم ہاؤس پہنچ گیا۔ نوتن کور اس کا پورچ ہی میں انتظار کر رہی تھی۔ وہ کافی حد تک سوبر اور ماڈ دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے پتلون پر شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ ان کے علاوہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ان کے بیٹھتے ہی چائے آ گئی۔

''تمہیں کل رتن دیپ سنگھ نے امرتسر میں بلایا ہے نا۔'' نوتن نے اسے تھماتے ہوئے کہا

''ہاں، تم سے کچھ دیر پہلے ہی انہوں نے فون کیا تھا۔'' جسپال نے بتایا

''تو بات یہ ہے جسپال، انہوں نے پورے پنجاب سے کچھ لوگ چنیں ہیں۔ وہ انہیں کوئی ٹاسک دینا چاہتے ہیں۔ وہ سارے لوگ کسی نہ کسی طرح سردار جی سے جڑے ہوئے ہیں۔ وہاں کل یہی بات ہو گی۔'' اس نے بتایا تو جسپال نے پوچھا

''کیا، تمہارے ساتھ ان کی بات ہو چکی ہے؟''

''ہو چکی ہے۔ ان سے بھی کسی نہ کسی حوالے سے بات ہو چکی ہے۔ صرف تم سے نہیں ہوئی ہے۔ کل سب لوگوں کو ایک کرنا ہے تاکہ وہ اپنے طور پر کام کرنا شروع کر دیں۔'' اس نے کہا

''میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ لوگ بااعتماد نہیں ہوں گے۔ لیکن کیا وہ سارے ایک ساتھ چل سکیں گے؟'' جسپال نے پوچھا

''یہ تو کل بات ہو گی نا، تم چاہو تو انکار بھی کر سکتے ہو، اگر بہتر سمجھو تو ان کے ساتھ شامل ہو جانا۔'' وہ بولی

''او کے، یہ تو پھر کل ہی معلوم ہوگا۔'' اس نے کہا

''نہیں، میں اس بارے کچھ تھوڑا بہت جانتی ہوں۔ وہ میں تجھے بتادوں گی، اس لئے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ اور ہاں بانیتا کور کے بارے میں سنا ہے، وہ جمال کے پاس ہے؟'' نوتن نے مسکراتے ہوئے کہا

''وہ چھلاوا ہے، کہیں بھی جاسکتی ہے۔'' جسپال نے تبصرہ کیا۔

''کیا یہ بھی معلوم ہے کہ ان پر حملہ ہوا ہے، اور وہ سارے اس وقت زیر زمین ہیں؟'' نوتن نے بتایا

''اوہ۔! میں کرتا ہوں رابطہ۔'' جسپال نے کہا اور اپنا فون نکالا تو نوتن بولی

''کل پتہ کریں گے، اس وقت سب خیریت ہے۔'' اس نے کہا اور پھر اپنی باتوں میں کھو گئے۔

اس وقت سورج نہیں نکلا تھا، جب انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں پڑے رہنے سے کیا ہے، امرتسر کے لئے نکلتے ہیں۔ اس وقت ٹریفک بھی کم ہوگا۔ وہ ویسے ہی اٹھے اور امرتسر نکل پڑے۔ ڈھائی گھنٹے بعد وہ امرتسر میں تھے۔ دن کی چہل پہل شروع ہو چکی تھی جب وہ حویلی پہنچے۔ انہیں مہمان خانے میں ٹھہرادیا گیا۔ وہیں ناشتہ کر کے تیار ہوئے اور اس خاص کمرے کی جانب چل پڑے جہاں انہوں نے بلوایا تھا۔

سردار رتن دیپ سنگھ سامنے ہی ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرے صوفوں پر تین سنگھ اور دو لڑکیاں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ ان سب کا انداز یوں بے تکلف تھا جیسے ایک ہی خاندان سے ہوں۔ رتن دیپ بیٹھا رہا۔ لیکن باقی سارے اٹھ گئے۔ وہ رتن دیپ سے ملا، باقی سب سے ہاتھ ملایا تو نوتن کور کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔ تو رتن دیپ نے سن کی طرف دیکھ کر کہا

''میں تم سب کو جی آیاں نوں کہتا ہوں۔'' پھر جسپال سنگھ کی طرف دیکھ کر کہا، ''خاص طور پر جسپال سنگھ تمہارا۔ خیر، پہلے میں سب کا تعارف کرادوں تم سے یہ تو آپس میں ایک دسوے کو جانتے ہیں۔'' اس نے ان تین جوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

''یہ جو پہلا ہے اس کا نام ہے وکرم سنگھ، بلا کا فائیٹر ہے اور ماہر نشانہ باز، اسلحہ اس کا کھلونا ہے۔ اس کا تعلق بٹالہ سے ہے۔ اور یہ دوسرا سرجیت سنگھ، تھوڑا پاگل، لیکن انتہائی وفادار، نڈر بہادر، یہ ہوشیار پور سے ہے۔ اور تیسرا بلدیو سنگھ، دلیر، فائیٹر اور ماہر پلانر، فتح گڑھ صاحب سے۔'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے خاموش ہوا، پھر لڑکیوں کی جانب دیکھ کر کہا، ''یہ بچن کور ہے، یہ کیا کچھ کر سکتی، مجھے بھی یقین نہیں آتا دسوہہ سے اور اس کے ساتھ کرن کور ہریانہ سے، اس کے بارے میں بھی نہ سمجھ آنے والی باتیں ہی سنی ہیں۔''

''اور میرے بارے تم جانتے ہی ہو۔'' نوتن کور نے کہا تو ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ جس سے ماحول کافی حد تک بے تکلفانہ ہو گیا۔

''اب تمہارے ذہن میں جو سوال ہے کہ انہیں کیوں ملوا رہا ہوں تو یہ ان سب کہ ذہنوں میں بھی ہے۔ میں نے ابھی کسی کو بھی یہ بات نہیں بتائی کہ تم سب لوگوں کو یہاں اکٹھا کرنے کا مقصد کیا ہے۔''

''ظاہر ہے کوئی بھاری سمسیا (مشکل) ہوئے گی۔'' سرجیت سنگھ نے کہا

''کوئی سمسیا نہیں ہے۔ لیکن اس معاملے میں سب سے بات ہوتی رہی ہے سوائے جسپال کے۔ ابھی ایک اور نے تم لوگوں میں

شامل ہونا ہے اور وہ ہے بانیتا کور، میری بیٹی۔ وہ ابھی یہاں نہیں ہے۔ بہت جلد آ جائے۔ گرو مہاراج اس کی حفاظت کرے۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا، پھر چند لمحے بعد بولا، "پورا ایک سال ہو گیا، میں نے پورے پنجاب سے یہ ہیرے چنے ہیں۔ دراصل تم لوگوں کو میرا اکٹھا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت دھرم کی جو جنگ جاری ہے، اس میں ہندو حکومت طاقت سے نہیں، سازش سے سب کو مار رہی ہے۔ میں ساری زندگی یہ جنگ لڑتا رہا ہوں۔ اس عمر میں آ کر میں تھک نہیں گیا، بلکہ میں یہ سمجھ گیا ہوں کہ انہیں مارنا کیسے ہے۔ سکھ قوم ہندو کے ہاتھوں بہت استعمال ہو چکی ہے اور اب بھی ہو رہی ہے۔ طاقت سے لڑنے والے بہت ہیں۔ اور گرو مہاراج کی کرپا سے وہ لڑ رہے ہیں۔ لیکن۔! بہت سارے محاذ ایسے ہیں جہاں ہمیں لڑنا ہے۔ تم لوگوں کو ایک ہی مقصد دینا چاہتا ہوں، اور وہ ہے۔ ہندو سازش کا مقابلہ، وہ ہمارے خلاف ہو یا ہمارے دوستوں کے خلاف۔" وہ انتہائی جذباتی لہجے میں کہہ کر خاموش ہو گیا تو بلدیو سنگھ بولا

"یہ تو بہت بڑا میدان ہے، ہندو دن بدن عالمی سطح پر اپنے دوست بڑھا رہا ہے۔ اور اس دوستی میں وہ اپنی طاقت تو بڑھا ہی رہا ہے لیکن اس دوستی میں دوسروں کو کچلنا بھی شامل ہے۔"

"تم لوگوں کا فوکس صرف پنجاب ہو گا۔" رتن سنگھ نے ان کو ٹارگٹ دے دیا۔

"میں تیار ہوں۔" بچن کور نے حتمی انداز میں کہا تو یہی بات کرن کور نے بھی کہہ دی۔

"ہم بھی منہ نہیں موڑ رہے، بلکہ ہم تو کچھ کرنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔" سرجیت نے کہا

"میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ شاید یہ دکھ لے کر مرنا ہو گا کہ میں گرو کا خالصہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پایا۔ لیکن اتنا تو اطمینان ہو گا کہ میں اپنے جیسے کئی لوگ چھوڑ کر جا چکا ہوں۔ اب کیا کرنا ہے، کیسے کرنا ہے، یہ تم لوگ جانو اور تم لوگوں کا کام۔" اس نے گہری سنجیدگی سے کہا

"یہ ہم لوگوں کا خواب تھا سردار رتن سنگھ جی، آپ نے ہمیں موقعہ دے دیا۔ ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔" وکرم سنگھ نے یقین دلایا تو رتن سنگھ بولا

"دیکھو۔! میں جانتا ہوں کہ تم سب اپنی اپنی جگہ ایک قوت ہو۔ تم لوگوں کے پیچھے بڑی قوتیں ہیں۔ اب ایک جٹ ہو کر اپنی طاقت کو استعمال کرو گے تو دھرم کو کتنی سہائیتا ملے گی، اس کا تصور کرو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تم لوگوں کی اپنی کتنی طاقت ہو گی، یہ بھی سوچو۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہوتے ہوتے ایک دم سے بولا۔ "اور ہاں ابھی یہ فیصلہ مت کرنا کہ تم ساتھ ہو یا نہیں۔ دن بھر سوچو اور فیصلہ کرو۔ جو بھی فیصلہ ہو گا، مجھے پورے دل سے مانوں گا۔"

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے، میں تیار ہوں۔" بلدیو سنگھ نے کہا تو رتن دیپ نے جسپال کی طرف دیکھ کر پوچھا

"تم کیا کہتے ہو؟"

"یہ خیال اور آپ کی محنت بہت اچھی ہے۔ اور ہم سب ایک جٹ ہو کر چلے تو بڑی کامیابیاں ہمارے قدم چومیں گیں، لیکن ایک

بات بارے آپ نے شاید سوچا ہو۔ وہ یہ ہے کہ مرکز کے بغیر کچھ بھی نہیں چلتا اور عہدے کی طاقت، اپنے بات منوانے کی ضد ایسا سب کچھ ختم کر کے رکھ دیتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ دھرم کی بنیاد پر جھوٹ نہیں چلتا۔ پورے خلوص سے چلنا ہوتا ہے، کیا ایسا نہیں ہے کہ دھرم کی جنگ لڑنے والے چور ڈاکو، اور قاتل بن گئے ہیں ایسا کیوں ہوا؟ ذاتی فائدہ، لوبھ اور لالچ۔"

"اور سب سے بڑی ایک دوسرے پر اعتماد کی کمی۔" وکرم سنگھ نے کہا تو سرجیت سنگھ بولا

"جان وارنے اور جان لینے میں بڑا فرق ہے بابو، آج گرو مہاراج نے ہمیں موقعہ دے دیا ہے تو ہم چل پڑیں، وقت خود فیصلہ کر دے گا کہ کون اس قابل تھا اور کون نہیں؟"

"تو ٹھیک ہے چل پڑیں۔" جسپال نے ایک دم سے کہا تو رتن دیپ سنگھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ پھر بڑے ہی جذباتی لہجے میں بولا

"تو پھر آج، ہرمندر صاحب جا کر سچے گرو بادشاہ کے حضور حاضری دیں گے، ارداس کریں گے اور وہیں گرو مہاراج ہماری مدد کر دے گا کہ تم لوگوں کے جتھے کا بڑا کون ہوگا۔ وہ چاہے کوئی بھی ہو، گرو مہاراج نے قبول کر لیا تو ہم اسی کے آگے سیس نوا (گردن جھکا) دیں گے۔" یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور ہلکے ہلکے کہا، "واہ گرو کا خالصہ، واہ گرو جی کی فتح۔"

وہاں بیٹھے سارے لوگ یہی دہرانے لگے۔ تبھی جسپال سنگھ نے پورے اعتماد اور سنجیدگی سے کہا

"رتن سنگھ جی، اگر ہم یہی فیصلہ نہیں کر پائے تو پھر آگے کیا فیصلہ کریں گے۔ یہیں پتہ چلے گا کہ ہمارا جٹ کس حد تک مضبوط رہ سکتا ہے اور ہم ایک دوسرے کو کتنا مانتے ہیں۔ سب سے پہلے میں کہتا ہوں کہ جو بھی اس جتھے کا سردار ہوگا، میں اس کی تابع داری کروں گا۔"

"سردار جی، آپ بڑے ہیں، ان میں کون لیڈ کرے گا، آپ کے ذہن میں ہوگا؟" بچن کور نے پوچھا

"میں تو بلدیو سنگھ کا نام دیتا ہوں۔" رتن سنگھ نے کہا تو جسپال اٹھا اور بلدیو سنگھ کو ہاتھ پکڑ کر بولا

"سب سے پہلے، میں ان تابع داری قبول کرتا ہوں اور ہرمندر صاحب جا کر بھی اس کی شپت لوں گا۔"

"ہو گئی بائی جی۔" بلدیو سنگھ نے اس کے گھٹنے کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تو باری باری سب نے ویسا ہی کیا جیسا جسپال نے کیا تھا۔

"چلو۔! اب ہرمندر صاحب چلتے ہیں۔" رتن دیپ سنگھ نے کہا تو سبھی اٹھ گئے۔ ان کے چہروں سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پنجاب کا اک نیا اتہاس لکھیں گے۔

☆.....☆.....☆

دن کا پہلا پہر گذر چکا تھا۔ رات بھر مجھے نیند نہیں آئی تھی۔ میں پوری کوشش کر چکا تھا کہ کسی طرح مجھے معلوم ہو جائے، لیکن وہ ایک اشارہ بھی نہیں ملا تھا۔ میرے اندر بے چینی انتہا پر تھی۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ یوں مجھ پر حملہ ہو جائے اور مجھے پتہ نہ چلے۔ یہاں پر آلات بھی بے بس ہو گئے ہوئے تھے۔ میں اس وقت چھت پر بیٹھا تھا۔ اس ٹاؤن میں میرا پہلا دن تھا۔ اگرچہ یہاں بہت سناٹا تھا۔ کوئی

شور شرابا نہیں تھا۔ یہ جگہ جتنی محفوظ ہو سکتی تھی، اتنی ہی خطرناک بھی تھی۔ وہ سبھی نیچے تھے اور اپنے طور پر نجانے کیا کچھ کر رہے تھے۔ رات بانیتا کور بھی میرے پاس نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں رہی اور مجھے اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ میں اپنے ہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک مجھے خیال آیا۔ میں اب تک سوچوں ہی میں گم ہوں۔ مجھے اپنے دل سے پوچھنا چاہئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں اپنے دماغ میں آئی ہوئی ساری سوچوں کو باہر نکال دیا۔ میں اپنے آپ میں کھو چکا تھا۔

سب سے پہلے مجھے پانی کی لکیر دکھائی دی۔ جو دھیرے دھیرے بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وہ ایک دریا میرے سامنے تھا۔ ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا، جو مٹیالے رنگ کا تھا۔ میں اس کے اوپر سے گزر گیا۔ یہاں تک کہ ایک راستہ دکھائی دیا جو دریا کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ وہیں ایک طرف بہت کھلا میدان آ گیا۔ اس کے درمیان میں ایک شخص زنجیروں سے بندھا ہوا تھا۔ اور وہ زنجیریں زمین کے ساتھ گاڑی ہوئی لکڑی کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ اس کا خون ٹپک رہا تھا اور وہ فریاد کناں تھا۔ مجھے اس کا چہرہ یوں لگا جیسے میں نے اسے پہلے کہیں دیکھا ہوا ہے۔ کہاں دیکھا ہے، اس کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ تب اچانک وہ مجھ پر واضح ہو گیا۔ میں نے سر اٹھا دیا۔ تبھی مجھے سیڑھیوں پر آہٹ سنائی دی۔ میں نے دیکھا بانیتا کور ہاتھ میں چھوٹی سی ٹرے پکڑے ہوئے تھی اور اس میں چائے کے مگ تھے۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

''آؤ بانیتا۔! آ جاؤ۔'' میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو آگے بڑھ آئی۔ پھر ٹرے میرے قریب رکھتے ہوئے بولی

''یہ تم کہاں گم تھے؟''

''کہیں نہیں، بس یونہی اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا

''جمال، میں نے جتنا وقت تمہارے ساتھ گذارا ہے، اس دوران میں نے کبھی تمہیں اتنا مایوس نہیں دیکھا۔ کل سے تم ایسے کیوں ہو گئے ہو؟'' اس نے کے لہجے میں گہری تشویش تھی۔

''ہر کام میں رب تعالیٰ کا کوئی راز ہوتا ہے، ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کچھ دیر ٹھہر جاؤ، ابھی وہ راز بھی کھل جائے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور قریب پڑا ہوا فون اٹھا لیا۔ بانیتا کور نے کوئی بات نہیں کی۔ میں نے نذیر طارق کے نمبر پش کئے۔ چند لمحے بعد رابطہ ہو گیا۔

''کچھ پتہ چلا؟'' میں نے پوچھا

''مجھے سمجھ نہیں آ رہی، پتہ ہی نہیں چل رہا ہے۔'' اس نے انتہائی مایوسی میں کہا

''فوراً پتہ کرو، تمہارے دائرہ کار میں جتنے لوگ آتے ہیں، ان سب کو اس کام پر لگاؤ۔ جیسے ہی پتہ چلے، مجھے بتانا، بہت وقت گذر چکا، اگر تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے تو بتاؤ، پھر میں کچھ کروں۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

''یہ کیا ہے جمال؟'' بانیتا کور نے پوچھا

''ابھی بتاتا ہوں نا۔'' میں نے کہا اور فہیم کو کال ملائی۔ وہ نیچے کمپیوٹر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے فوراً کال پک کی

''جی بولیں۔'' اس نے کہا تو میں نے بتایا

''میری بات غور سے سنو، تم کمپیوٹر پر دیکھو، دریائے راوی کے ساتھ ساتھ شمال کی جانب کہیں بھی کوئی ایسی جگہ ہے، جہاں کھلا میدان ہو یا اس طرح کی مشابہہ کوئی جگہ ہے تو تلاش کرو۔''

'' میں ابھی دیکھتا ہوں، بلکہ تم آ ہی جاؤ، ہم مل کر دیکھتے ہیں۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

میں اور بانیتا کور نے سکون سے چائے پی اور پھر نیچے چلے گئے۔ وہ ٹرے اپنے ساتھ اٹھا لائی۔ ہم فہیم کے کمرے میں گئے تو وہیں مہوش بھی تھی۔ وہ دونوں جیسے ہماری راہ تک رہے تھے۔

'' کچھ ملا؟'' میں نے پوچھا

''یہ دیکھیں، جیسے تم نے کہا اس کے مطابق ہو۔'' اس نے کمپیوٹر اسکرین پر ایک جگہ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ جگہ ایسی تو نہیں تھی، جیسے مجھے نظر آئی تھی۔ بلکہ وہاں درخت اور گھر تھے۔ مگر وہاں جگہ کی مناسبت سے سب کچھ ویسا ہی تھا، جو مجھے دکھائی دیا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا اور پھر پوچھا

''اس جگہ کا نام کیا ہے؟''

''کوٹ دلاور۔ یہ لکھا ہوا ہے۔'' اس نے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے دیکھا اور پھر فون نکال کر اپنے اپنے متعلق ان لوگوں کو فون کیا جو میرے لئے کام کرتے تھے۔ رابطہ ہوتے ہی میں نے اس سے پوچھا

''کیا نام تھا اس کا جہاں ہم نے کچھ دیر کے لئے ایک بندہ رکھا تھا۔ وہیں شیخوپورہ روڈ پر۔''

''سر، اس کا نام چوہدری زوہیب ہے، میں اسی کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا، لیکن آپ تو.....''

''اس کے بارے میں کیا بات تھی؟'' میں نے تجسس سے پوچھا تو وہ تیزی سے بولا

''سر اسے غائب ہوئے دو دن ہو گئے ہیں۔ اس کا کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔'' اس نے کہا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

''اچھا، تم صرف اتنا پتہ کرو کہ اس کے کارخانے میں سے دو دن سے بندہ کون غائب ہے؟ اور وہ رہتا کہاں ہے؟ اور تیسری معلومات یہ لینی ہے کہ اس کے کارخانے میں کام کرنے والے کسی بندے کا بھی تعلق کوٹ دلاور یا اس کے آس پاس کہیں سے ہے؟''

''میں ایک گھنٹے بعد آپ کو بتاتا ہوں۔'' اس نے کہا تو میں نے انتظار کرنے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔

اس نے ایک گھنٹے سے پہلے ہی مجھے فون کر دیا۔ اس نے پرجوش لہجے میں کہا

''جی ایک بندہ غائب ہے اور اس کا تعلق بھی کوٹ دلاور سے ہے۔ اس کا نام اشرف پاڈا ہے۔ اس کے فون پر بہت ٹرائی کیا گیا، مگر دو دن سے اس نے فون اٹھایا ہی نہیں۔''

''اس کا نمبر بتاؤ۔'' میں نے پوچھا تو اس نے نمبر بتا دیا۔ میں نے اسے مزید نگاہ رکھنے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔ وہ نمبر فہیم ہی نے لکھا تھا اور وہی اس پر کوشش کرنے لگا کہ یہ فون اس وقت کہاں ہو سکتا ہے۔ وہ عام فون ہی ثابت ہوا۔ اور میری توقع کے مطابق اس وقت وہ کوٹ دلاور کے پاس ہی تھا۔ میں نے سب کو اکھٹا کیا اور چلنے کے لئے کہا۔ جنید، اکبر، علی نواز اور سلمان میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ بانیتا کور بھی جانا چاہتی تھی۔ مگر میں نے اسے خود روک دیا۔ وہ اصرار کرنے لگی۔ تب زویا بھی ساتھ چلنے کا کہنے لگی۔ ہم دو ٹولیوں میں بٹ گئے۔ میں، بانیتا کور، زویا اور سلمان اور دوسری میں وہ تینوں تھے۔ دوپہر ہونے میں وقت تھا۔ جب ہم وہاں سے کوٹ دلاور کے لئے نکل پڑے۔

سلمان نے اس راستے کو ٹریس کر لیا تھا، وہی جنید کے ساتھ رابطے میں تھا۔ ہم دو فور وہیل میں تھے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ہم کوٹ دلاور پہنچ گئے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ کوٹ دلاور بستی نما تھا اور ایک طرف سرے پر موجود تھا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا سارا میدان شروع ہوتا تھا، جو کافی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میں جھاڑیاں درخت اور نجانے کیا کیا اُگا ہوا تھا۔ اس میدان میں پگڈنڈی نما راستے جاتے تھے۔ ایک طرف کچا راستہ تھا جہاں پر ٹائروں کے نشان تھے۔ ہم وہاں جا کر رک گئے۔

جنید نے اشرف پاڈے کے بارے میں معلومات لینے کے اپنا رخ بستی کی طرف موڑ لیا۔ وہ اس کے بارے میں پتہ کرنے لگے تھے۔ وہ اس کے گھر تک جا پہنچے تھے۔ مگر وہ گھر نہیں تھا۔ وہیں ایک مقامی نے بتایا کہ وہ ذرا دور ایک چائے خانے پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ فوراً وہاں پہنچے۔ وہ شخص چند لوگوں کے درمیان بیٹھا گپیں ہانک رہا تھا۔ جنید کا فون آن تھا اور ہم سب سن رہے تھے۔

''اشرف پاڈا تمہارا نام ہی ہے؟'' جنید نے اس کے ساتھ ہاتھ ملا کر پوچھا

''جی ہاں، پر تم کون ہو؟'' اس نے قدرے رعب سے پوچھا

''تم کارخانے سے غائب ہو، وہاں کچھ بتا کر نہیں آئے، نہ تم فون کال سن رہے ہو۔ کیا بات ہے۔'' جنید نے پوچھا

''میں نے وہاں کام چھوڑ دیا ہے، میں نے بتا دیا تھا مینیجر کو۔ بلکہ اس کے ساتھ حساب بھی کر آیا تھا۔'' اس نے بتایا تو جنید نے پوچھا

''مطلب، مینیجر کو تمہارے بارے میں پتہ ہے کہ تم کام چھوڑ گئے ہو؟''

''جی ہاں، پر تم کون لوگ ہو اپنا تعارف تو کراؤ۔'' اس نے پھر اسی رعب دار لہجے میں پوچھا

''دیکھو، ہم لوگ پولیس سے ہیں۔ وہاں ڈکیتی ہو گئی ہے اور مینیجر نے تم پر شک کا اظہار کیا ہے۔ اسی نے ہی تمہارا پتہ بتایا ہے۔'' جنید نے پورے اعتماد سے کہا تو وہ تیزی سے بولا

''ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو، وہ تو.....'' اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک دم سے خاموش ہو گیا، جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔

''کیوں نہیں ہو سکتا؟'' جنید نے اس کی بات نظر انداز کر دی تو اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا

''مجھے کچھ پتہ نہیں اور میں پابند نہیں ہوں تم لوگوں کا، میں نے جب ایسا کیا ہی نہیں تو خواہ مخواہ.....''

لفظ اس کے منہ ہی میں رہ گئے۔ جنید نے پسٹل نکال لیا اور اکبر نے اسے گردن سے پکڑ لیا۔ پھر ایک جھٹکے ہی میں اسے فوروہیل میں لا پھینکا۔ چند لمحے بعد جب وہ وہاں سے نکلے تو اس وقت تک علی نواز نے اس نے منہ میں پسٹل کی نال ڈالتے ہوئے پوچھا

''بول اوئے، تیرا مالک کدھر ہے؟ کہاں رکھا ہوا ہے اسے؟'' یہ سنتے ہی اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

''دیکھ۔!اب یہ بے غیرت کیسے دیکھ رہا ہے۔'' اکبر نے اس کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا

''میں کچھ نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ وہ اس طرف کہیں چھپایا ہوا ہے۔'' وہ پوری طرح صاف نہ بولا تو علی نواز نے اسے گھورتے ہوئے کہا

''دیکھ، اگر سچ نہیں بتائے گا تو تجھے مرنا ہوگا، تعاون کرو گے تو شاید ہم تجھے چھوڑ دیں۔''

''میں سچ کہتا ہوں، وہ ادھر ہے اور وہاں جو جاتا ہے پھر وہ واپس نہیں آتا۔'' اس نے آڑے انداز میں بتایا۔

''وہاں کیا آدم خور ہیں؟'' اکبر نے کہا

''اس سے بھی بڑی بلائیں ہیں۔'' وہ خوف زدہ لہجے میں بولا تو اکبر اس کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ اس کی اس وقت پٹائی کرتے چلے آئے، جب تک وہ ہم تک نہیں پہنچ گئے۔ وہاں لا کر اس نے اس کھینچ کر فوروہیل سے نکالا اور گھسیٹتا ہوا فوروہیل کے آگے لے آیا۔ اشرف پاڈے نے خوف زدہ انداز میں ہماری جانب دیکھا۔ تبھی اکبر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے جنید سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

''گذار دے اس کے اوپر سے۔ اس کے تین ٹکڑے ہونے چاہئیں کم از کم۔''

''خدا کے لئے مجھے مت مارو۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے، میں نہ کرتا تو وہ میرے بچے مار دیتے۔'' وہ واویلا کرتے ہوئے بولا

''تو پھر سچ کیا ہے فوراً اُگل دے۔'' اکبر نے اس کے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا

''اس رات میں گھر آنے کے لئے کارخانے سے نکلا تھا کہ ہمارے ہی کوٹ کے کچھ لوگ کار میں جا رہے تھے۔ یونہی باتوں ہی باتوں میں انہوں نے بتایا کہ وہ کچھ بندوں کی تلاش میں پھر پھر کر پاگل ہو گئے ہیں، لیکن وہ انہیں نہیں ملے۔ انہیں خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کس طرح کے بندے تلاش کر رہے ہیں۔ مجھے تھوڑا شک تھا کہ ہمارے کارخانے کا مالک رات ادھر ہے۔ وہ اسی وقت ادھر ہوتا تھا جب کوئی خفیہ کاروائی ہی کرنا ہوتی تھی۔ میں نے اپنے شک کا اظہار کر دیا۔ اور گھر چلا گیا۔ اگلے دن انہوں نے مجھے گھر سے ہی لے لیا اور پوری طرح پتہ کرنے کو کہا۔ میں لالچ میں آ گیا۔ میں نے وہاں جا کر جب چھان بین کی تو پتہ چلا رات یہاں پر ایک بندہ لایا گیا تھا اور اسے تہہ خانے میں رکھا گیا تھا۔ اس کا تھوڑا بہت حلیہ بھی پتہ چل گیا۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہوا تو اکبر یک لخت اس کی پھر دھنائی کرنے لگا۔

''بول بے غیرت بول۔''

''بتا رہا ہوں نا۔'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا پھر کہتا چلا گیا۔ ''جب تک یہ وہاں پہنچے، اسے لے جایا جا چکا تھا۔ وہاں کوئی

بھی نہیں تھا۔انہوں نے مینیجر کو قابو کیا اور مالک کو بلوالیا۔اور پھر وہ مالک کو لے گئے۔کئی دن سے وہ ان کے پاس ہے۔ممکن ہے انہوں نے اسے مار دیا ہو۔'' اشرف پاڈے نے خوف زدہ لہجے میں بولا

''تجھے یقین ہے کہ تو نے سچ کہہ دیا ہے؟'' اکبر نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ کو بولا

''ہاں،ذرا سا بھی جھوٹ نہیں ہے۔'' اس نے جواب دیتے ہوئے کہا

''چل پھر۔'' یہ کہہ کر اس نے اشرف کو اٹھایا اور فورو ہیل کے آگے باندھ دیا۔علی نواز نے اس کی مدد کی۔اس دوران مہوش کا فون آ گیا۔س نے بتایا کہ جو پاڈے کا نمبر دیا تھا،اس سے جو نمبر ملے ہیں،ان میں زیادہ تر اسی علاقے میں موجود ہیں اور چل رہے ہیں۔

اس وقت ہم سبھی آگے بڑھنے کا کوئی لائحہ عمل ترتیب دینے والے تھے کہ ایک گولی آئی اور سامنے ونڈ اسکرین میں جا لگی۔ چھناکے کے ساتھ شیشہ ٹوٹ گیا۔ہمیں ایک دم چھپنا پڑا۔ہمیں یہ خبر نہیں تھی کہ یہ گولی کس طرف سے آئی ہے۔چند منٹ انتظار کرنے کے بعد جیسے ہی میں نے سر اٹھایا،سامنے موجود جھاڑیوں میں سے ایک بندے نے سر اٹھایا اور پسٹل سے فائر کر دیا۔یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ فائر کرنے کے بعد سر نیچے کر لیتا۔سر اس نے خود نیچے نہیں کیا،بلکہ فائر لگنے کے بعد ہی وہ نیچے گرا۔اس کے ساتھ ہی کئی لوگ جوش میں اٹھے اور ان سے فائرنگ کا تبادلہ ہونا شروع ہو گیا۔

''جمال،جیپ میں بیٹھو،آگے بڑھتے ہیں۔'' بانیتا نے کہا۔اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ میں سمجھ گیا وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ہم فوراً ہی جیپ میں آ بیٹھے۔ایک جیپ جنید اور دوسری سلمان چلانے لگا تھا۔بانیتا کور نے سن روف کھولا اور اس میں گن رکھ لی،اس نے اپنا پہلو میرے ساتھ لگا لیا۔اسی طرح اکبر اور علی نواز نے کیا۔ہم تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔اس وقت مجھے لگ رہا تھا کہ جیسے ہم کسی سفاری ٹور پر ہیں اور جانور مارنے کے لئے نکلے ہیں۔وہ ہی ایک گروپ سامنے آیا تھا،پھر اس کے بعد کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ہمیں گھیرے میں لینے کے لئے پَر تول رہے ہوں گے۔ہم خود ان کے جال میں جا رہے تھے۔اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔راستے میں جنید کو میں نے بتا دیا کہ کیا کرنا ہے۔وہ پوری طرح سمجھ گیا تھا۔تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں جھونپڑیاں دکھائی دینے لگیں۔سورج چمک رہا تھا اور اس میں ہر شے واضح دکھائی دے رہی تھی۔اس کے قریب قریب درخت نہیں تھے۔ہم کچھ فاصلے پر جا کر رک گئے۔جیپ رکتے ہی سبھی انتہائی سرعت کے ساتھ جھاڑیوں میں پھیل گئے۔ہر ایک کے پاس بساط بھر اسلحہ تھا۔میں اور بانیتا کور ایک طرف ہو گئے۔ہم اس وقت پھیل رہے تھے کہ ایک لانچر آیا اور اس نے پہلے کھڑی جیپ کو اُڑا دیا۔دوسری اس سے کچھ فاصلے پر تھی۔آگ اس تک نہیں پہنچی تھی۔وہ اشرف پاڈا اسی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔وہ زور زور سے چیخنے لگا تھا۔ہم انتہائی سرعت کے ساتھ وہاں سے دور ہوتے چلے جا رہے تھے۔میری نگاہ جلتی ہوئی جیپ پر پڑی تو اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔اسے دیکھتے ہی ایک دم سے میرے دماغ میں خیال آیا۔میں نے جیکٹ کی جیب سے دو ہینڈ گرنیڈ نکالے،ایک بانیتا کور کو دیا اور دوسرے کی پن کھینچ کر ان جھونپڑیوں کی طرف پھینک دیئے۔ان کے گرتے ہی دو دھماکے ہوئے اور ان جھونپڑیوں کو آگ لگ گئی۔اس کے ساتھ ہی کئی لوگ باہر

نکلے، وہ ہمارے نشانے پر تھے۔ سامنے سے زبردست فائرنگ ہونے لگی۔ دشمن سامنے ہو اور وہ میرے نشانے پر ہو، اور اسے نشانہ نہ لگے۔ میں نے پسٹل کو دونوں ہاتھوں میں لیا اور ممکن حد تک انہیں نشانہ بناتا چلا گیا۔ ایک جھونپڑی سے آگ دوسری میں لگ گئی تھی۔ میں کچھ دیر کے لئے فائرنگ روک دی۔ لوگ وہاں سے نکل کر بھاگنے لگے۔ میری کوشش تھی کہ ان میں ہو لوگ مریں نہیں بلکہ زخمی ہو جائیں۔

سہ پہر ڈھل کر شام میں بدل رہی تھی۔ ہم سب نے ان جھونپڑیوں کو گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک دم سے فائرنگ کرتے اور پھر آگے بڑھ جاتے۔ سامنے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ لیکن ان کی آنکھیں دھویں سے بند ہو رہی تھیں۔ ان کے پاس سوائے بھاگنے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہم آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک جلتی ہوئی جھونپڑیوں کے پاس پہنچ گئے۔ اچانک ایک جھونپڑی میں سے چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ہمارے سامنے کئی بندے گرے ہوئے تھے۔ میں نے اور بانیتا کور نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں طے کر ایک دم اسی جھونپڑی کی جانب بھاگے۔ اس میں آگ لگی ہوئی تھی۔ سامنے ہی وہ کارخانے کا مالک بندھا ہوا چیخ رہا تھا۔ ہماری پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اسے کھولیں۔ میں نے پسٹل سیدھا کیا اور زنجیر پر فائر کر دیا، وہ یکلخت ٹوٹ گئی۔ وہ دیوانہ وار ہماری جانب بھاگا۔ میں اسے لے کر باہر آ گیا۔ بھاگتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا

''اندر کوئی اور ہے تمہارا ساتھی؟''

''نہیں کوئی نہیں ہے۔ میں ہی تھا؟'' اس نے چیختے ہوئے حواس باختہ انداز میں کہا تو میں نے سب کی طرف دیکھ کر کہا، ''کوئی نہ چھوڑو۔''

میرے کہنے کی دیر تھی کہ وہاں پر قیامت برپا ہو گئی۔ سامنے جو بھی سر اٹھاتا، وہ مار دیا جاتا۔

ہماری پشت پر دریا تھا۔ وہ لوگ سامنے سے بھاگنے لگے۔ دھویں اور آگ میں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کتنے تھے۔ ہم کچھ آگے گئے تو سامنے کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ کچھ دیر تک ہم وہاں کسی زندہ بندے کی تلاش کرتے رہے مگر ہمیں کوئی نہیں ملا۔ میرے اردگرد چند لاشیں اور کافی سارے زخمی پڑے تھے۔ ان میں کچھ بے ہوش ہو چکے تھے۔ ان میں زندہ لوگوں کو باندھ لیا گیا تھا۔ جس وقت سورج ڈھل رہا تھا، اس وقت میں نے طارق نذیر کو فون کیا۔

''کچھ پتہ چلا؟''

''نہیں سر جی، لیکن میں نے اپنی تفتیش کا دائرہ بڑھا دیا ہے، امید ہے کہ صبح تک مجھے کچھ نہ کچھ.....''

''تم سر ٹکراتے رہنا اور میں نے ان بندوں کو پکڑ لیا ہے۔ اگر کریڈٹ لینا ہے تو آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جاؤ۔'' میں نے دھیمے لہجے میں کہا تو ایک دم ہی چیخ اٹھا

''کہاں سر۔!''

میں نے اسے راستہ سمجھایا تو اس نے وہاں پہنچنے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔ تبھی میں نے سامنے کھڑے جنید سے کہا

''ان سے پتہ کرو، ان کا بڑا کون ہے؟''

''میں نے پتہ کیا ہے، وہ بھاگ گیا ہے۔'' اس نے جواب دیا

''چلو ان سب کو گاڑیوں میں ڈالو اور لے چلو۔ اب وہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکیں گے۔'' میں نے کہا اور ساتھ ہی ان گاڑیوں کی جانب اشارہ کر دیا۔ مجھے پوری طرح پتہ تھا کہ یہ گاڑیاں چوری کی ہوں گیں۔ وہ ان بندوں کو لادنے لگے اور میں مالک کے زخم دیکھنے لگا۔ اسے حوصلہ دینے لگا۔ وہ بہت ڈرا اور سہما ہوا تھا۔ زویا اور بانیتا کو ارد گرد پر نگاہ رکھے پشت سے پشت جوڑے کھڑی تھیں۔

وہ جو ایک فورو ہیل بچ گئی تھی اور اس کے آگے اشرف پاڈا کو باندھا ہوا تھا، اسے کھول کر باندھا اور زخمیوں کے ساتھ پھینک دیا۔ بانیتا، زویا سلمان اور علی نواز اس میں بیٹھ کر نکل پڑے۔ اکبر نے زخمیوں والی گاڑی نکالی، جو سارے ہی بندھے ہوئے تھے۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جبکہ جنید نے ایک دوسری گاڑی اٹھائی اور اس میں مالک کو ڈالا۔ ہم وہاں سے نکل پڑے تھے، اس وقت سوج کی لو بھی ختم ہو چکی تھی جب ہم کوٹ دلاور سے نکل کر دریا کنارے چلتے چلے گئے۔ جیسے ہی ہم سڑک کنارے آئے، سامنے سے پولیس فورس کا قافلہ ہمیں آتا ہوا دکھائی دینے لگا۔ وہ جیسے ہی قریب آیا، میں رک گیا۔ طارق نذیر دیوانہ وار میری جانب بڑھا۔

''یہ سارے زخمی ہیں۔ انہیں بچاؤ، ان سے بہت کچھ معلوم ہوگا۔ باقی وہاں اب سوائے لاشوں کے اور کچھ نہیں ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بہت کچھ ملے گا۔ میں اسے ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔'' میں نے مالک کی طرف اشارہ کیا۔

''او کے، میں ملتا ہوں۔'' اس نے کہا اور قافلے کی طرف چل پڑا، جو اس سے کافی آگے نکل گیا تھا۔ میں نے جنید کو دیکھا، اس نے گاڑی بھگا لی۔ ہم وہاں سے شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔

☆.....☆.....☆

ہرمندر صاحب سے پلٹ کر وہ رتن دیپ سنگھ کی حویلی واپس نہیں گئے بلکہ انہوں نے وہیں سے جالندھر جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ فیصلہ انہوں نے پرکرما کے پاس بیٹھ کر کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ ایک لائین آف ایکشن ترتیب دے لیں۔ وہ مختلف گاڑیوں میں بانیتا کور کے فارم ہاؤس میں آن ٹھہرے جہاں ان کے لئے دوپہر کا کھانا تیار تھا۔ راستے میں آتے ہوئے ان کے درمیان بہت ساری باتیں ہوتی رہیں تھیں۔ وہاں پہنچ کر کھانے کے بعد وہ بیٹھ گئے۔

''ساتھیو۔! یوں تو میرے ذہن میں بہت سارے پلان ہیں، لیکن سب سے پہلا کام جو میرے ذہن میں ہے، وہ ایک صحافی اٹھانا ہے۔ اس کے اخبار دیکھو، اس میں کتنا زہر بھرا ہوتا ہے، ان سنگھوں کے بارے میں جو دھرم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کئے بیٹھے ہیں۔ وہ اخبار انہیں دہشت گرد لکھتا ہے، ایسا میں پہلی بار نہیں کر رہا ہوں بلکہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈر نے بھی ایک کو مارا تھا، وہ سنگھوں کے خلاف حکومت کو بھڑکانے سے باز ہی نہیں آتا تھا۔ آگ لگائی ہوئی تھی اس نے۔'' بلدیو سنگھ نے کہا

''کرنا کیا ہے؟'' وکرم سنگھ نے پوچھا

"وہ اخبار تو ساری زندگی، سنگھوں کے خلاف نہیں لکھے گا، لیکن اس کے ساتھ دوسروں کو بھی عقل آ جائے کہ ایسا کام نہیں کرنا۔ اور اب تو نیوز چینل کا زمانہ ہے، انہیں بھی قابو کرنا ہے۔ یہیں سے انہیں میسج دینا ہے۔" بلدیو سنگھ نے کہا

"پلان کیا ہے؟" سرجیت سنگھ نے پوچھا

"وہ ابھی طے کرتے ہیں، لیکن ایک بات یاد رہے، ہمیشہ کے لئے، رازداری سب سے پہلے ہے، ہماری طرف کوئی شک کی نگاہ سے بھی نہ دیکھے۔ اس لئے کوئی بھی پلان بنانے سے پہلے یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہے۔" بلدیو نے کہا

"رابطہ ہی ہوگا، جس کے دوران ہی کوئی دوسرا ہم میں دخل اندازی کر کے ہمارے بارے معلوم کر سکتا ہے۔ سو اسے مضبوط بنا لیں۔" جسپال نے کہا

"وہ میری ذمہ داری ہے۔" نوتن کور بولی

"تو ٹھیک ہے، وہ اخبار یہیں کا ہے، اس کا مالک بھی یہیں رہتا ہے اسی شہر میں۔ اب میں بتاتا ہوں کہ کرنا کیا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے سامنے ایک پیپر رکھا اور انہیں تفصیل بتانے لگا۔

اخبار کا مالک ارجن کمار ایک مشہور آدمی تھا۔ اس نے اخبار کمپنی بنا کر ہندی اور انگریزی اخبار نکال رہا تھا۔ اور ان دنوں وہ نیوز چینل بنانے کی پوری تگ و دو میں تھا۔ وہ صرف ایک صحافی نہیں تھا، بلکہ اس کی تمام تر توانائی، پنجاب میں ہندو کی مضبوط کرنے اور سکھوں کی ہر طرح سے مزاحمت کرنے میں لگائی ہوئی تھی۔ اس کا براہ راست حکومتی اداروں سے تعلق تھا۔ خفیہ والوں کے لئے وہ بہت بڑا سہارا اور اس کا ذریعہ تھا۔ جس سے وہ اس پورے علاقے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

۱۹۸۴ء میں وہ ایک معمولی سا صحافی تھا، جسے کوئی اخبار نوکری نہیں دے رہا تھا۔ وہ کچھ عرصہ چندی گڑھ میں وقت گذارنے کے بعد واپس جالندھر آ گیا اور یہاں ایک نامہ نگار کی حیثیت سے اس نے اپنا کام شروع کیا۔ ۱۹۸۴ء کے سانحہ کے بعد اس نے سکھوں کے خلاف بہت زیادہ رپورٹنگ کی۔ اس وقت خفیہ والوں کو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ وہ ان کی ضرورت بنتا چلا گیا۔ جس کے ساتھ ہی اس پر نوازشات کی بارش ہونے لگی اور وہ اخبارات کا مالک بن گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے تعلقات کے دائرے میں وسعت آنا شروع ہو گئی اور اس نے دوسرے کئی کاروبار شروع کر لئے۔

ارجن کمار جالندھر کے ایک پوش علاقے میں رہتا تھا۔ اس کے گھر سے اس کے آفس کی بلڈنگ کا فاصلہ ڈیڑھ کلومیٹر کے لگ بھگ تھا۔ اس کے گھر پر کافی سیکورٹی تھی۔ وہ اپنی شاندار بی ایم ڈبلیو کار میں نکلتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب وہ گھر سے نکلتا اور اپنے آفس تک جاتا، وہ وہاں زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے گزارتا اور پھر کسی نہ کسی پارٹی میں چلا جاتا، یا کوئی ملاقات ہوتی وہاں چلا جاتا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر ہی رہتا۔ اس نے اپنے گھر میں ہی ایک آفس بنایا ہوا تھا۔ وہاں بیٹھ کر وہ اپنے اخبارات پر نگاہ رکھتا تھا۔ صحافتی حلقوں میں وہ ایک کامیاب شخص مانا جاتا تھا۔

بلدیو سنگھ نے اسی راستے میں اسے پکڑنے کا منصوبہ بنایا تھا۔اس نے ارجن کمار کے بارے میں پورا ہوم ورک کیا ہوا تھا۔وہ جب گھر سے نکلتا،تو اس کے ساتھ دو کاریں گارڈز کی ہوتی تھیں۔جو اس کی کار کے آگے اور پیچھے رہتی تھیں۔اور اس کی کار میں ڈرائیور کے علاوہ ایک پرسنل سیکریٹری ہوتی۔

بلدیو سنگھ نے سب کچھ بتانے کے بعد اس نے پیپر پر دو جگہوں پر نشان لگا دیئے۔پھر بولا

''یہ وہ دو جگہیں ہیں، جہاں اسے روکا جا سکتا ہے۔لیکن یہاں ہمیں اپنی قسمت پر بھروسہ کرنا ہوگا۔کیونکہ یہاں پر دو اشارے ہیں۔اگر یہ بند ہوئے تو ہم اپنا کام کر سکتے ہیں، ورنہ ہمیں اس وقت تک.....''

''مجھے پانچ منٹ دو، میں بتاتا ہوں۔''جسپال نے کہا اور اس نے رونیت کور کو فون ملا دیا۔چند لمحوں میں اس سے رابطہ ہو گیا۔ایک منٹ تو ان کے حال احوال میں گزر گیا، پھر جسپال نے پوچھا''کیا جالندھر میں اشاروں کا سسٹم کمپیوٹرائیزڈ ہے۔''

''ہاں، میرے پاس پورے پنجاب کا ڈیٹا ہے۔''وہ بولی تو جسپال نے پوچھا

''اگر ایک خاص وقت پر کسی اشارے کو بند کرنا ہو تو کر سکتی ہو؟''

''کیوں نہیں، بس یہ بتا دو کہ کس وقت اور کون سا کرنا ہے، تم جتنا وقت کہو گے میں روک دوں گی۔''اس نے عام سے لہجے میں کہا تو جسپال نے اسے وہی دو مخصوص اشارے بتا کر کہا

''میں دوبارہ تم سے رابطہ کرتا ہوں، تم الرٹ رہنا۔میں وقت تمہیں بتا دوں گا۔اس وقت تک تم ایک بار چیک کر لو۔''

''ٹھیک ہے۔میں سب دیکھ کر تمہیں بتاتی ہوں۔''رونیت نے کہا تو ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا

''لو جی، ان اشاروں کی فکر نہ کریں، جب چاہیں اور جتنی دیر چاہیں، بند ہو سکتے ہیں۔''جسپال نے کہا تو بلدیو سنگھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہی نہیں اس کی آنکھوں سے بھی خوشی چھلکنے لگی۔

''تو ٹھیک ہے، باقی تم سمجھ چکے ہو، اگلا کام سرجیت سنگھ کرے گا۔''اس نے کہا اور پیپر کو آگ دکھا دی۔سہ پہر ہو چکی تھی جب وہ سب فارم ہاؤس سے اپنی اپنی گاڑیاں وہاں چھوڑ کر، وہاں موجود دو چوری کی کاروں میں نکلے۔بلدیو سنگھ کے پاس اس کی اپنی ہی گاڑی تھی۔صرف نوتن کور وہیں رہ گئی۔

جس وقت بلدیو سنگھ نے انہیں یہ اطلاع دی کہ وہ گھر سے نکل چکا ہے تو سبھی الرٹ ہو گئے۔وہ اس کے تعاقب میں چلا آ رہا تھا۔تاکہ اگر کہیں بھی وہ اِدھر اُدھر ہو تو دوسروں کو پتہ چل جائے۔وہ اپنی گاڑی میں اکیلا تھا اور انہیں ہر لمحہ بتا رہا تھا کہ ارجن کمار اور اس کے گارڈز کی گاڑیاں کہاں کہاں سے گزر رہی ہیں۔ایک کار میں جسپال سنگھ اور بچن کور تھے اور دوسری میں وکرم سنگھ کے ساتھ کرن کور تھی۔اس وقت جسپال سنگھ نے پگڑی اور نقلی داڑھی مونچھیں لگائیں ہوئی تھیں۔اس نے سب کے سامنے آنا تھا۔اگر سگنل پر کوئی سی سی کیمرہ بھی ہوتا تو بعد میں اسے نہیں پہچان سکتا تھا۔

جیسے ہی اطلاع ملی کہ وہ اشارے کے قریب ہے، جسپال نے رونیت کو الرٹ کر دیا۔ وہ اس کے ساتھ رابطے میں تھی۔ جسپال نے ان تینوں کاروں کو دیکھا اور اس نے ان کے ساتھ اپنی کار لگا دی۔ پلان یہ تھا کہ وہ ارجن کمار اور گارڈز کے درمیان اپنی کار لانے کی کوشش کرے گا۔ وکرم سنگھ اگلے گارڈز اور ارجن کمار کے درمیان آئیں گے۔ جان بوجھ کر دونوں گاڑیاں ارجن کمار کی کار سے ٹکرائیں گیں۔ جیسے ہی کاریں ٹکرائیں گیں، اشارہ کھل جائے گا۔ ہر کسی کو اپنی گاڑی سنبھالنے کی فکر ہو جائے گی اور ایسے میں وہ ارجن کمار کی گاڑی میں پچھلی طرف اور اگلی طرف نیچے بم لگا دیں گے۔ یہ سارا ایکشن ایک منٹ سے بھی کم وقت کا تھا۔ اچانک اشارہ بند ہو گیا۔ گاڑیاں رکنے لگیں تو جسپال نے اپنی کار گارڈز اور ارجن کمار والی کار کے درمیان لگائی تو کار ٹیڑھی ہو کر کھڑی ہو گئی۔ جسپال سنگھ غصے میں نکلا۔ اس نے اپنی کار دیکھی۔ لیکن اس دوران نجانے کب بچن کور نے اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی اپنے پاؤں باہر نکالے، اس نے بم اپنے پاؤں پر رکھا۔ اس کے اوپر طاقتور مقناطیس لگا ہوا تھا۔ ذرا سے پاؤں اوپر اٹھائے تو وہ بم گاڑی کی پچھلی طرف لگ گیا۔ اس سارے عمل میں پندرہ سیکنڈ سے بھی کم وقت لگا تھا۔ ٹریفک کے شور کان پھاڑ رہا تھا۔ جسپال نے اپنی کار دیکھی، اتنا زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا۔ وہ واپس اپنی کار میں آ بیٹھا، تبھی اشارہ کھل گیا۔ لوگ اپنی اپنی گاڑیوں کے ساتھ چل پڑے۔ جسپال سنگھ بھی چل پڑا۔ اس نے اسی معروف شاہراہ پر ایک مارکیٹ کے سامنے اپنی کار پارک کی۔ بچن کور کو ساتھ لیا اور کچھ فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل دیئے۔ اس کا بلدیو سنگھ کے ساتھ مکمل رابطہ تھا۔ وکرم سنگھ کے ساتھ کرن کور بم لگانے میں ناکام رہے تھے۔ یہی اس پلان کی مضبوطی تھی کہ دونوں لگ جائیں تو بہت اچھا، لیکن اگر ان میں سے ایک بھی لگ جائے تو ان کا کام ہو جانا تھا۔

اب انہیں صرف فارم ہاؤس نہیں جانا تھا۔ بلکہ ان کاروں سے جان چھڑا کر ڈھلہ روڈ پر موجود ایک ریستوران میں اکٹھے ہونا تھا۔ بلدیو سنگھ سب سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس کے بعد جسپال اور بچن کور اور وکرم سنگھ کے ساتھ کرن کور آ گئی۔ ان کے گٹ اپ ختم ہو چکے تھے۔ وہ ایک ٹیبل پر بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ اور سامنے ٹی وی اسکرین پر بم بلاسٹ کی روداد دکھانے کے ساتھ ساتھ تفصیل بتائی جا رہی تھی۔

وہ بم اس کے دفتر کے بالکل قریب پھٹا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی سیکریٹری اور ڈرائیور بھی ختم ہو گئے تھے۔ پچھلے گارڈز کی گاڑی کو بھی نقصان ہوا۔ اس کے گارڈز زخمی ہو گئے تھے۔ ٹی وی اسکرین پر یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ یہ قتل کس نے کیا۔ مختلف قیاس آرائیاں کی جا رہی تھی کہ اسکرین پر بریکنگ نیوز آ گئی۔ کسی ہندو دہشت گرد تنظیم نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔

''یہ ای میل انہیں دہلی سے ملی ہے۔ اب تلاش کرتے رہیں کہ یہ کون تھا، کیوں تھا اور کیسے تھا؟'' بلدیو سنگھ نے انتہائی جذباتی انداز میں کہا

''اور سناؤ کاروبار کیسا جا رہا ہے آج کل؟'' جسپال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا

''چلیں پھر فارم ہاؤس؟'' وکرم سنگھ نے پوچھا

''تم لوگ جاؤ۔ میں چلا جاؤں گا۔'' جسپال نے کہا اور کافی کا مگ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''ہم بھی نکلتے ہیں۔'' بچن کور نے کہا

وہ سب اٹھ گئے۔ بلدیو نے کاونٹر پر جا کر بل دیا اور سبھی باہر آ گئے۔ جسپال نے ان کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا ''ٹھیک ہے، ملتے ہیں پھر۔''

انہوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا اور اپنی اپنی راہ ہو گئے۔

جسپال نے نوتن کور سے کہا کہ وہ اس کی گاڑی لے اوگی پنڈ آ جائے۔ اس نے اگلی صبح آنے کا کہا اور تو جسپال نے ٹیکسی لی اور اوگی کی جانب چل پڑا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ قتل اگرچہ بلدیو سنگھ کی منصوبہ بندی میں تھا۔ لیکن یہ یونہی اٹھ کر یہ سب کر دینا کہیں فضول تو نہیں تھا یا پھر کسی نئے ہنگاموں کی شروعات تھیں؟ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا وہ یہی سوچتا چلا جا رہا تھا، لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

کارخانے کے مالک کو ہسپتال میں داخل کروا کے اس کی ٹریٹمنٹ شروع کر دی گئی۔ اس پر تشدد کیا گیا ہوا تھا۔ سبھی میرے ساتھ تھے۔ لیکن ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر الرٹ تھا۔ بانیتا کور میرے ساتھ تھی اسی کمرے میں جہاں اسے رکھا گیا ہوا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد جب دواؤں کے اثر سے اسے کچھ جسمانی راحت ملی تو میں نے اس نے پوچھا

''کیا ہوا تھا؟''

''مجھے مینیجر کا فون آیا کہ کچھ لوگ آئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ایسا معمول کے مطابق ہوتا رہتا تھا۔ کاروباری معاملات میں ایسا چلتا ہی رہتا تھا۔ میں کارخانے گیا۔ وہاں چند لوگ تھے۔ میں نے پہلی نگاہ ہی میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کاروباری نہیں ہو سکتے ہیں۔ خیر۔! انہوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ جو بندہ یہاں لایا گیا ہے وہ کہاں ہے؟ میں یہ مانا ہی نہیں کہ کوئی بندہ یہاں لایا گیا، اسے یہاں رکھا گیا۔ وہ یوں بات کر رہے تھے جیسے انہیں پورا یقین ہو۔ پھر انہوں نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔''

''وہاں جا کر بھی یہی پوچھتے رہے؟'' میں نے کریدا

''ہاں، انہوں نے مجھ پر تشدد کی انتہا کر دی۔ اس کے ساتھ میرے بیوی بچوں کو مارنے کی دھمکی دی۔ تب میں یہ مان گیا کہ ایک بندے کو یہاں لایا گیا تھا، اور اگلے دن یہاں سے وہ لے گئے تھے۔ وہ کون تھے، یہ مجھے نہیں معلوم۔'' اس نے کراہتے ہوئے بتایا

''انہوں نے یہ پوچھا کہ تم کس کے لئے کام کرتے ہو، جس بندے نے مجھے تمہارے ساتھ متعارف کرایا تھا، اس کے بارے میں بتایا۔'' میں نے پوچھا

''نہیں، میں نے براہ راست تمہارے ساتھ ہی اپنا تعلق بتایا، کہ بس وہ میرا دوست ہے۔ مگر انہوں نے یقین نہیں کیا۔ وہ ان دو بندوں کے بارے میں پوچھتے رہے۔'' اس نے بتایا۔ لیکن میرے سوال کا جواب اب بھی نہیں ملا تھا کہ آخر وہ میرے گھر تک کیسے پہنچ گئے

تھے؟اس کی باتوں سے مجھے ابھی تک ایسا کوئی اشارہ نہیں ملا تھا۔تبھی بانیتا کور نے پوچھا

''وہاں کیسے لوگ تھے،وہ آپس میں کیسی باتیں کر رہے تھے،ان سے کوئی سمجھ میں آیا؟''

''وہ اکثر ایسے لوگوں کی باتیں کر رہے تھے جو مختلف مقامات پر تھے۔ان سے فون پر باتیں ہوتی رہتی تھیں۔انہیں یہی کہا جاتا تھا کہ چند دن کے لئے اِدھر اُدھر ہو جائیں۔یا جب کسی کا دل کرتا تھا،مجھے مارنا شروع کر دیتے تھے۔''

''ٹھیک ہے،اب میں تمہیں جیسے بتاؤں،ویسے ہی پولیس کو بیان دینا اور ہاں میں نے تمہارے گھر والوں کو اطلاع دے دی ہے ۔وہ ابھی تمہارے پاس آ جاتے ہیں۔میں تمہیں بعد میں ملتا ہوں۔اب گھبرانے کی ضرورت نہیں تم محفوظ ہاتھوں میں ہو۔''میں نے اسے تسلی اور حوصلہ دیا پھر بانیتا کور کے ساتھ باہر آ گیا۔

میں بانیتا کور کے ساتھ کار خود ڈرائیو کرتا ہوا ٹاؤن کی طرف جا رہا تھا۔میں خاموش تھا،جس پر وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی

''جمال۔!کیا بات ہے،اتنے خاموش کیوں ہو؟میں نے تم سے پہلے بھی پوچھا ہے۔بات کرو گے تو پتہ چلے گا۔''

''یار،مجھے ساری سمجھ آ گئی ہے کہ کون لوگ ہیں،ابھی طارق نذیر مجھے کنفرم بھی کر دے گا،یہ الطاف گجر ہی کے لوگ ہیں اور ان کا ساتھ فیضان بٹ کے لوگوں نے دیا۔لیکن ایک کڑی نہیں مل رہی ہے۔''میں نے اسے کہا

''کیا،کون سی کڑی؟''اس نے پوچھا

''میں نے گھر کے بارے میں اس قدر احتیاط رکھی تھی کہ یہاں کسی کو بھی نہیں لے کر آیا،حتکہ طارق نذیر کو بھی جو کہ بہر حال ایک معتبر ذرائع سے مجھے ملا تھا۔وہ لوگ میرے گھر تک کیسے پہنچ گئے؟یہ ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔''

''ہاں،یہی بات اہم ہے،انہوں نے یہاں تک رسائی کیسے لی،یہاں تک کیسے پہنچے؟یہی نکتہ ہے،جس نے تم سب کو ہلا کر رکھ دیا۔''وہ دھیمے لہجے میں بات کو سمجھتے ہوئے بولی

''وہ اس تاک میں تھے کہ باقی سب لوگ کب واپس آتے ہیں۔انہوں نے اسی دن،بلکہ اسی وقت حملہ کیا۔اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے کافی دنوں سے اس گھر پر نگاہ رکھی ہوئی تھی۔اگر اس دن قسمت ساتھ نہیں دیتی،میں چھت پر نہ ہوتا،تو بہت سارا نقصان ممکن تھا۔وہ جس تیاری سے آئے تھے،وہی بتا رہی ہے کہ وہ ہمیں اس حد تک ختم کرنا چاہتے تھے۔''میں نے متوقع تباہی کے بارے میں سوچتے ہوئے کہا

''جمال۔!میرے خیال میں یہ بھی پتہ چل جائے گا۔تم تھوڑا دھیرج رکھو اور اپنے ذہن کو کھلا چھوڑ دو۔''بانیتا کور نے خوشگوار لہجے میں کہا تو میں مسکرا دیا۔

اس وقت ہم گلبرگ سے ڈیفنس کی جانب جا رہے تھے۔راستے ہی میں ایک غیر ملکی ریستوران دیکھ کر بانیتا کور بولی

''وہاں گھر میں تو،ایسا ہی کھانا ملے گا،کیوں نا اس ریستوان میں کچھ ٹیسٹ کر لیا جائے۔''وہ بولی

''چلو،یہ بھی سہی۔''میں نے کہا اور کار اس جانب موڑ لی۔پارکنگ میں کار لگا کر ہم اس وقت اندر جا بیٹھے۔وہاں کافی رش تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

عورتیں، بچے اوران کی ساتھ مرد حضرات تھے۔ کچھ ہماری طرح جوڑے بھی تھے۔ ہم ایک پرسکون اور تنہائی میں کوئی جگہ دیکھ رہے تھے۔ جو بہرحال وہاں ناپید تھی۔

''کیا خیال ہے، یہیں ٹرائی کریں یا پھر کوئی دوسری جگہ چلیں؟'' میں نے بانیتا کور سے پوچھا

''دیکھ لو، یہاں رش زیادہ ہے، جبکہ ہمیں اس وقت کوئی پرسکون گوشہ مل جائے تو تھوڑا دماغ کو آرام آجائے'' اس نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا

ہم باتیں ہی کررہے کہ ریستوران ہی کا ایک آدمی ہمارے پاس آگیا۔ اس نے ہم سے پوچھا تو ہم نے اپنا مسئلہ بتادیا۔

''نو پرابلم، آپ آئیں۔'' اس نے کاروباری مسکراہٹ سے کہا اور ایک جانب اشارہ کیا۔ سامنے سیڑھیاں تھیں۔ ہم اس کے ساتھ اوپر چلے گئے۔ دو کرسیوں کے درمیان ٹیبل لگا ہوا تھا۔ سامنے شیشے میں سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم وہاں بیٹھ گئے تو میں نے بانیتا کور کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا

''جب سے تم آئی ہو پہلی بار چند لمحے سکون سے بیٹھنے کو ملیں ہیں۔''

''سکون ہمارے نصیب میں کہاں۔'' اس نے باہر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر میری طرف دیکھ کر باہر اشارہ کیا۔ دو گاڑیاں ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں آکر رکی ہوئیں تھیں۔ ان میں سے چھ لوگ باہر نکل آئے تھے۔ سبھی نے پتلون اور شرٹوں کے ساتھ جیکٹ پہنی ہوئی تھی جو کسی کی کھلی ہوئی اور کسی کی بند تھی۔ ان کا انداز مشکوک ہی نہیں تھا، بلکہ بتا رہا تھا کہ وہ ٹھیک لوگ نہیں ہیں۔

''کیا خیال ہے؟ یہ ہمارے مہمان ہیں یا کسی دوسرے کے ہوسکتے ہیں؟'' میں نے پوچھا ہی تھا کہ میرا سیل فون بج اٹھا۔

☆ ☆ ☆

(امجد جاوید کا یہ دلچسپ اور طویل ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)